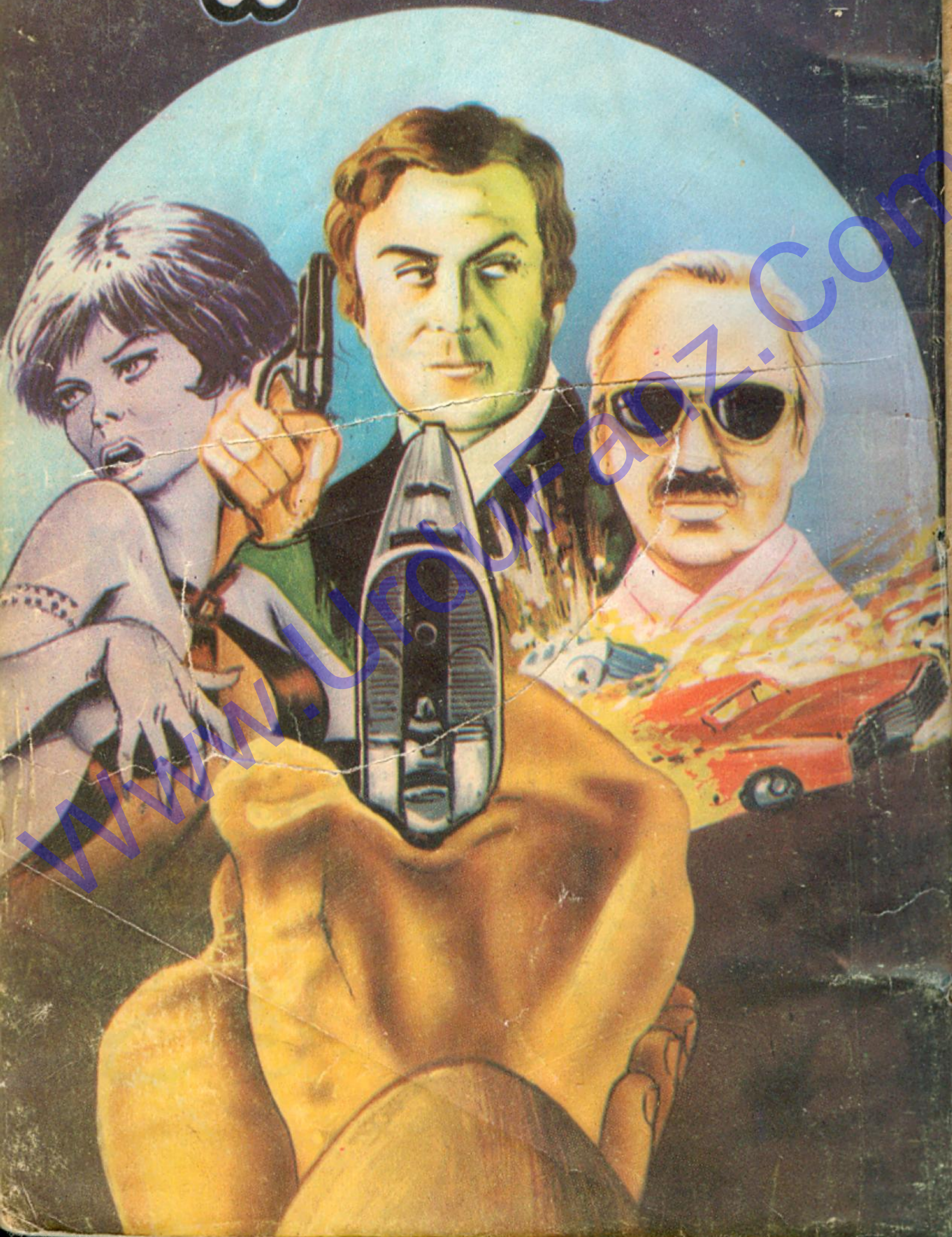


# عمر السعید





مجلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ زہریلے بھکاری  
مصنف \_\_\_\_\_ اسلم راہی ایم۔ اے  
ناشر \_\_\_\_\_ حفیظ سنز لاہور  
مطبع \_\_\_\_\_ منظور پریس لاہور  
بار دوم \_\_\_\_\_ مئی ۱۹۸۴ء  
قیمت \_\_\_\_\_ ۵۰ روپے  
تعداد \_\_\_\_\_ ۱۱۰۰

حفیظ سنز، چوک اردو بازار، لاہور

۳

سراحت کے پُر ماحول سناٹے میں ایک بھیا نک اور  
کھولتی ہوئی آواز ابھری تھی۔  
ایکسٹو!  
دوسری طرف سے آواز آئی۔  
صفر کالنگ سر!  
کہو!  
سر! جس حلیے کے بھیڑیا نما انسان کا آپ نے مجھے تعاقب کرنے کو  
کہا تھا وہ اس وقت ساحل سمندر کی طرف جا رہا ہے۔ کس کام سے  
جا رہا ہے میں یہ معلوم نہیں کر سکا۔  
ایکسٹو کی پھر کھولتی ہوئی زہریلی آواز سنائی دی۔  
کوئی تمہارے تعاقب میں بھی ہے۔  
ہے سر!  
کون ہے



ایک آدمی جو بسا کھیوں کے سہارے چل رہا ہے۔ شاید لنگڑا ہے اس کے ساتھ ایک جوان اور بے حد خوبصورت لڑکی بھی ہے۔ اس لڑکی نے اس لنگڑے کا بازو محکم رکھا ہے۔ شاید اس کی رہنمائی کر رہی ہے۔ دونوں میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ ایکسٹونے اس بار نرمی سے کہا۔

تو پھر سنو! وہ لنگڑا آدمی عرفان ہے جو تمہاری حفاظت کے لئے میں نے تمہارے پیچھے لگایا ہے۔ عرفان کے پیچھے ذرا فاصلے پر جوزف ہے۔ اور اس کے پیچھے عمران ہے۔ عرفان کے ساتھ جو لڑکی ہے وہ ایڈنا ہے۔ عرفان نے اس یونانی ایپاہج کا روپ دھار رکھا ہے۔ جو برسوں سے اس جزیرے میں رہ رہا تھا۔ اور سمندر کے دیوتا سے دعا مانگنے اکثر راتوں کو سمندر کے کنارے جایا کرتا تھا تاکہ اس کی مفلوج ٹانگیں ٹھیک ہو جائیں۔

اس ایپاہج یونانی کا اس جزیرے کے صدیوں پرانے مندر میں بھی آنا جانا تھا۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس مندر میں دروحوں کا مسکن ہے۔ اس یونانی کو ہم نے اغوا کر کے روپوش کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ اس جزیرے میں اس کی بے حد حسین بیوی بھی تھی جس کا بارٹ ایڈنا ادا کر رہی ہے۔ ان دونوں کے نام گراہم اور مارسا ہوں گے۔

صدیوں پرانے اس مندر کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے سجاری بدروحیں ہیں اور ہندو دھرم میں ایسی بدروحوں کو برہم راکھشش کا نام دیا گیا ہے۔ جس شخص کا تم تعاقب کر رہے ہو وہ بھی بدروحوں میں سے ایک ہے۔ اور ان کے متعلق اس جزیرے

کے مقامی لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں سے ہر ایک بیس جوان اور توانا بھینسوں جیسی طاقت رکھتا ہے۔ یہ ایک خطرناک مشن ہے۔ ایک بحری جہاز جو ہمارے ملک کے لئے یورنیم لے کر آ رہا تھا وہ روپوش ہو گیا ہے۔ اس جزیرے تک اس جہاز نے حفاظت سفر کیا تھا اور اس جزیرے سے آگے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر گیا ہے۔ بس ہمیں اس جہاز کو یورنیم سمیت تلاش کرنا ہے۔ تم مناسب جگہ دیکھ کر اس بھڑیٹے سے ٹکرا جاؤ تاکہ یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ وہ کتنی طاقت رکھتا ہے۔

جہاز اغوا کرنے کے سلسلے میں ہمیں مندر کے سجاریوں اور جزیرے کے ایک اور گروہ پر شک ہے۔ تم سنبھل کر اس سے ٹکراؤ اور اگر تم یہ اندازہ لگا لو کہ وہ تم سے طاقتور ہے تو پھر مقابلہ نہ کرتا پیچھے ہٹ جانا۔ پھر عرفان خود اس سے ٹکرا جائے گا۔ اور اگر وہ عرفان سے طاقت ور ہوا تو پھر عمران اور جوزف بھی عرفان کی مدد کریں گے۔ اس بھڑیٹے نما انسان سے کچھ پوچھنا نہیں صرف اس کی طاقت کا اندازہ لگانا ہے۔ تاکہ ان لوگوں سے نمٹنے کی خاطر ہم اپنا لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

اب تم اس کا تعاقب جاری رکھو اور مناسب جگہ دیکھ کر اسے مقابلے کے لئے چیلنج کرو مگر احتیاط سے۔ ایکسٹونے رابطہ منقطع کر دیا۔

سمندر کے اندر وہ ایک آزاد جزیرہ تھا جس کے ارالحکومت سے دو قریب باہر برسوں پرانے اور بوسیدہ مندر کے قریب مندر



ایک بھیڑیا نما انسان کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ بد مہیت عفریت صدیوں پرانے اس مندر سے نکلی تھی اور اب مندر کے ساتھ پڑنے والے قبرستان کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف جا رہی تھی۔

صفدر بڑی احتیاط اور تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک بار اس نے اطمینان کی خاطر مڑ کر پیچھے دیکھا۔ عرفان بیساکھیوں بے سہارے ایڈنا کی رہنمائی میں چلتا ہوا بالکل اس کے قریب آ گیا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے ہوں گے اور ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ وہ بھیڑیا نما انسان جس کا قد خوب لمبا اور جسم پھرتیلا اور کسرتی تھا۔ جب قبرستان کے آخری کونے میں پہنچا تو صفدر نے اسے چیلنج کیا۔

اے ٹھہرو!

وہ رک گیا اور مڑ کر صفدر کی طرف دیکھا۔ صفدر اس سے قریب ہوا اور اسے غصہ دلانے کی خاطر سخت ہنسنے لگا۔  
سنوچور کی اولاد اب یہ تم لوگوں نے کیا چکر چلایا ہے۔

وہ صفدر کی طرف بڑھا۔ صفدر بھی اس کے قریب ہوا۔ دونوں جب ایک دوسرے کے سامنے آئے تو صفدر نے دیکھا وہ ایک بھیا نک ترین انسان تھا۔ چہرہ سخت تھا جس پر بن مانس کی طرح بال تھے۔ سامنے کے دو دانت کسی آدم خور یا خونخوار درندے کی طرح کافی لمبے تھے۔ اور ہونٹوں سے باہر نمایاں طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے سر کے بال لومڑی کی دم جیسے تھے۔ اسے دیکھ کر صفدر کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی تھی۔

تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اس سے ٹکرا جانے کو آگے بڑھا تھا۔

عرفان اور ایڈنا ایک جگہ درختوں کی اوٹ میں ٹک گئے تھے۔ عرفان نے اپنی دونوں بیساکھیاں ایڈنا کو تھپا دی تھیں۔ چہرے سے میک اپ کی جھلکی اتار دی۔ اب اس کے نیچے دوسرا میک اپ نکل آیا تھا۔ ایڈنا کا بازو تھامے وہ آگے بڑھا اور ان دونوں سے قریب ہو کر ایک درخت کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ ایڈنا نے بھی اپنا میک اپ بدل لیا تھا۔

صفدر اور وہ بھیڑیا نما انسان ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ نہ ہر لیا بجا رہی تھوڑی دیر تک صفدر کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی مہاروی اور بھیڑیوں جیسی ہولناک آواز میں پوچھا۔

کون ہو تم؟

صفدر نے بڑے سخت ہنسنے میں کہا۔

تم لوگوں نے اس جزیرے میں جن جرائم کی ابتداء کر رکھی ہے اسے اب بند کر دو۔

وہ غصے میں غرا یا۔

کیا کہتے ہو؟

صفدر نے اپنے بدن کو سمیٹا سانپ کی طرح بل کھا کر آگے بڑھا اور دائیں ہاتھ کا ایک تیز منگہ اس کے جھڑے پر مارا لیکن دوسرے ہی لمحے صفدر دنگ رہ گیا تھا زہریلا سچا رہی بڑے پیچھے



ضرور لوں گا۔

ایڈنا نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

یہ بیکاری انسان نہیں عرفان امیری بات مانو۔ کوئی بھی انسان صفدر کو یوں اکٹھا کر بیچ نہیں سکتا۔ یقیناً یہ کوئی غلیظ بدروح ہے جس نے صفدر کو کھلونے کی طرح اکٹھا لیا تھا۔ اگر اس نے تمہارے ساتھ ایسا کیا پھر؟

عرفان نے غصے میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے کہا۔

میرا نام عرفان ہے۔ میں اس کے سارے بچیے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ اگر تمہیں مجھ سے ذرا سی بھی ہمدردی ہے تو اسی درخت کی اوٹ میں جا کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ میں تمہیں مایوس نہ ہونے دوں گا۔

ایڈنا کا سر جھک گیا اور وہ مایوس سی ہو کر پھر اپنی جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحہ جوزف بھی ایڈنا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایڈنا نے ہنسنے ہوئے کہا۔

جوزف: وہ دیکھو عرفان اکیلا اس بدروح کا مقابلہ کرنے جا رہا ہے۔ تم بھی اس کے ساتھ جاؤ۔

جوزف کچھ کہتا چاہتا تھا کہ عمران بھی وہاں پہنچ گیا اور ایڈنا سے کہا۔

تم فکر نہ کرو عرفان کے ساتھ وہ صفدر جیسا سلوک نہ کر سکے گا۔ ہم دونوں اس کی مدد کے لئے تیار ہیں۔

عرفان بڑی پروقار چال کے ساتھ اس بیکاری کے سامنے

ہوئے انداز میں جھکاٹی دے کر صفدر کے مکتے سے اپنا جیڑا بچا چکا تھا اور صفدر کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے بدن کو سمیٹا تھا اور کراٹے کا ایک خوفناک پوز بنا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

صفدر نے بھی ویسے ہی پوز بنایا اور دوبارہ اس پر حملہ آور ہوا۔ صفدر گویا چونک پڑا تھا۔ اس بدروح نما بیکاری نے اپنے جسم کو تیزی سے گھمایا۔ صفدر سے قریب ہو کر ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اس نے صفدر کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھالیا۔ یہ عمل اس قدر تیزی سے رونما ہوا تھا کہ صفدر اسے سمجھ ہی نہ سکا تھا۔ اور نہ ہی اپنے دفاع میں کوئی قدم اٹھا سکا تھا۔

اس بیکاری نے صفدر کو ہوا میں اچھال کر ایک پختہ مگر بوسیدہ قبر پر پٹخ دیا۔ صفدر اس قبر سے اس قدر سختی سے ٹکرایا تھا کہ اسے دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہیں بیٹھ کر اپنے کندھے اور سر کو سہلانے لگا تھا۔

صفدر کے گرتے ہی عرفان اوٹ سے نکلی کہ اس بیکاری کی طرف بڑھا۔ ایڈنا نے کچھ سوچا پھر بھاگ کر آگے بڑھی اور عرفان کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔

یہ حماقت ہے میں تمہیں اس سے مقابلہ نہ کرنے دوں گی۔

عرفان کہیں کھویا ہوا تھا اور بے حد سنجیدہ تھا۔ ایڈنا کا بازو پکڑ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس نے کہا۔

تم وہیں کھڑی رہو۔ جہاں میں کہا تھا۔ میں اس سے صفدر کا انتقام



کا ایک طوفان تھا۔ عرفان کے نزدیک آکر بجاری نے اسے ایک جڑا توڑ  
مگہ مارا لیکن عرفان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ پلک جھپکنے میں بجاری  
کا ہاتھ عرفان کی گردن پر تھا لیکن عرفان نے اسی لمحہ اپنا دفاع کیا اور  
دائیں کہتی کی ایک فولادی ہک پوری قوت سے بجاری کے پیٹ میں  
ماری وہ بری طرح کراہا تھا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔

بجاری اس بار طوفان بن کر مڑا تھا۔ اور کچھ ایسے منجھے ہوئے  
طریقے سے اس نے پاؤں اور ہاتھوں کی بوچھاڑ کی تھی گویا لڑنے  
کے اس فن کی اس نے ایک طویل عرصہ تک تربیت لی ہو۔ اس کے  
حملوں کے اس انداز سے بچنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔  
اس کے پاؤں کی کئی ٹھوکریں اور نکتے عرفان کی گردن اور پیٹ پر  
پڑے تھے۔ لیکن عرفان خود بھی اب دہ تدگی پر اتر آیا تھا۔ اور  
اس نے بھی جواب میں بجاری پر ویسے انداز میں ہی حملہ کر  
دیا تھا۔

اچانک عرفان نیچے جھکا۔ بجاری کو کوئی چکمہ دیا۔ پھر  
گولی کی سسی تیزی سے وہ ابھرا ایک بھیانک چیخ بلند کی۔ بجاری  
ابھی اس کے اس عزم کو سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ عرفان نے اپنا ایک ہاتھ  
اس کی گردن پر دوسرا کمر میں ڈال کر جھکتے ہوئے زور لگایا اور بجاری  
کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا۔ اب بجاری بڑی بے بسی  
کی حالت میں ہوا کے اندر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ عرفان نے اسے  
دو تین بار نیچے اوپر اچھالا۔ پھر ایک یختہ قبر پر اسے زور سے پٹخ  
دیا۔ بجاری بری طرح کراہتے اور صفدہ کی طرح اپنا سر اور کندھے

جا کھڑا ہوا تھا۔ زہر لایہ بجاری عرفان سے نزدیک ہوا اور اپنے دانت  
اور زیادہ نمایاں کرتے ہوئے پوچھا۔

کون ہو تم؟

صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرفان نے کہا۔

اس کا ساتھ

اس نے اپنے دانت کچکچائے اور بھڑیلوں جیسی آوازیں کہا۔

تمہارا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا۔

عرفان اس سے اور قریب ہو گیا

تم بکواس کرتے ہو۔ اس پر انے قبرستان میں تمہیں میں ذلیل  
کر کے ماروں گا۔

بجاری عرفان پر حملہ کرنے کے لئے اور نزدیک ہوا۔ اسی لمحہ  
عرفان نے چیخ ماری۔ ایک بھیانک چیخ جس سے قبرستان کے اندر  
برسوں سوئے ہوئے مردے بھی چونک اٹھے ہوں گے۔ اس کے  
ساتھ ہی عرفان کرائے کا ایک خوفناک ترین بنا چکا تھا۔ اور جس وقت  
بجاری اس پوز کا دفاع کر رہا تھا۔ عرفان نے پلک جھپکنے میں اپنا پورا  
بدلا اور دائیں پاؤں کی بوکھلا دینے والی ٹھوکریں بجاری کی گردن پر  
دے ماری تھی۔ بجاری لڑکھڑایا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ عرفان نے  
ایک قہقہہ بلند کیا۔ ہولناک قہقہہ۔ جس کی آواز قبرستان  
میں دور دور تک سنائی دی تھی۔

آدم خور و زندوں کے سے دانت کچکچاتا ہوا بجاری اس بار  
بڑے غصے کی حالت میں عرفان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر خشونت



سہلانے لگا تھا۔

بجاری نے اپنے سر کو ایک سخت جھٹکا دیا تھا اور پھر کھڑا ہو گیا تھا۔ غصے میں درندوں جیسے دو دانت زیادہ بھیانک ہو گئے تھے۔ اب وہ تول تول کر قدم رکھتا ہوا پھر عرفان کی طرف بڑھا۔ لیکن اس دوران صفدر بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور چٹان کی طرح اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو خوب سخت کر کے شاہین کے پنجے کی طرح بنایا۔ پھر کراٹے کا ہاتھ بجاری کے پیٹ میں مارا۔ صفدر کی فولادی انگلیاں بجاری کے پیٹ میں گھس گئیں تھیں۔ بجاری درد کی شدت سے کراٹا تھا۔ اور جب وہ ذرا جھک کر اپنے پیٹ کو پکڑنے لگا۔ صفدر نے اپنے گھٹنے کی ایک بھر پور ضرب اس کی گھوڑی کے نیچے لگائی۔ بجاری لڑکھڑا کر گر گیا۔ صفدر اپنی جگہ جم کر کھڑا رہا۔ عرفان آگے بڑھا۔ بجاری کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا اور اسے اس درخت کے نیچے گیا جہاں عمران، جوزن اور ایڈنا کھڑے تھے۔ بجاری کو عرفان نے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔

عمران اس بجاری کے نزدیک آیا۔ اس کے ہاتھ میں انجکشن تھا۔ بجاری پھر حرکت میں آیا۔ اور عمران کی گردن پکڑ لینا چاہی لیکن عمران نے اپنا بازو اس کی گردن پر رکھ کر اس قدر زور سے پیچھے کی طرف دیا کہ بجاری کی آنکھیں باہر نکلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران نے بجاری کو انجکشن دے ڈالا چند لمحوں کے انتظار کے بعد عمران نے اس سے پوچھا۔

تم جیسے اور کتنے بیکاری ہیں۔  
نشیلی سی آواز میں وہ بولا۔

ان گنت

تمہارے فرائض کیا ہیں؟

صدیوں پرانے اس مندر کی حفاظت اور دیکھ بھال۔

تم لوگوں کی پرورش کہاں ہوتی ہے؟

مندر کے برسوں پرانے تہ خانوں کے اندر

یہ تہ خانے کہاں ہیں؟

مندر کے اس کمرے کے نیچے جس کمرے کے اندر گنیش دیوتا کا بہت

بڑا پتیل کا بت پڑا ہوا ہے۔

وہاں تک جانے کا راستہ؟

مجھے معلوم نہیں۔ تہ خانے سے ہمیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر نکالا جاتا

ہے۔ اس کے بعد دوبارہ اس تہ خانے میں ہمیں جانا نصیب نہیں ہوتا۔

اس مندر کا منتظم کون ہے؟

پنڈت جوالا پرشاد

وہ رہتا کہاں ہے؟

مندر کے احاطے کے اندر

کیا ہر کوئی مندر کے اندر جاسکتا ہے؟

ہاں۔ مگر صرف گنیش دیوتا کے بت تک۔ مندر کے دوسرے حصے

میں نہیں۔

کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو مندر کے ہر حصے میں جاسکتے ہیں۔



ہاں۔ مندر کے سارے پجاری اور پجاریں اور یوتانی اباہج مسٹر گراہم اس کی بیوی مارسا اور سادھو۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ مندر میں کبھی کوئی مذہبی اجتماع بھی ہوتا ہے؟

ہاں۔ ہر پورن ماشی کی رات کو ان گنت لوگ مندر میں آتے ہیں اس رات روحیں ماورائی انسان اور شیش ناگ اپنی جون بدل کر کنیش دیوتا کو خوش کرنے کے لئے اس کے سامنے رقص کرتے ہیں۔ کیا اس اجتماع میں ہر کوئی جاسکتا ہے۔

ہاں۔

کیا گراہم اور اس کی بیوی مارسا کا مندر سے کوئی تعلق ہے؟

ضرور ہے۔ یہ دونوں اصل میں جوالا پرشاد کے جاسوس ہیں اور اسے پل پل کی خبر دیتے ہیں۔

عمران نے پھر پوچھا

کیا تمہیں خبر ہے کہ یورنیم سے لدا ہوا وہ جہاز کہاں ہے جس کا تعلق ایک البشائی ملک سے ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں۔

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس پجاری کے ایک انجمنکشن دے دیا۔ پجاری چند ہی لمحوں بعد مرجھا چکا تھا۔ عمران اس بار عرفان سے مخاطب ہوا۔

پہلے ہمیں ان پجاریوں سے نمٹنا ہوگا۔ اس کے بعد اپنے اصل مقصد کی طرف آتا ہوگا۔ یہ پجاری ہمارے راستے میں سب سے بڑی

رکاوٹ ہیں۔ آئندہ صرف میں۔ تم اور جوزف ان پجاریوں کا مقابلہ کریں گے۔ یہاں ہم نے جو ہوٹل مٹھیکہ پر لے رکھا ہے۔ صفر اس کا بیجر نہیں ایک بیرا، جوزف کاؤنٹرین کے ساتھ اس کی مدد کو بیٹھا کرے گا۔ اور جولیہ استقبالیہ پر ہوگی۔ اس کے علاوہ کل کے سارے اخبارات میں یہ خبر دے دی گئی ہے کہ گراہم اور اس کی بیوی مارسا کو فوڈسٹر ہوٹل میں ملازم رکھ لیا گیا ہے۔ اس طرح تم اور ایڈیٹا بھی جولیہ کے ساتھ استقبالیہ میں بیٹھا کرو گے۔ اس صورت میں ہم یہاں بہتر طور پر کام کر سکیں گے۔ تم لوگ یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھو کہ ایکسٹراور ایڈیٹا بھی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور وہ تم سب کے کام پر گہری نگاہ رکھیں گے۔ اب تم اپنے مشن پر آگے بڑھ جاؤ۔

عرفان نے میک اپ بدل کر بیسیا کھیاں سنبھال لیں۔ ایڈیٹا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں سمندر کی طرف بڑھنے لگے۔

عرفان اور ایڈیٹا چند قدم آگے جا کر ایک دم رک گئے۔

قبرستان میں سے ایک بھیا تک پہنچ سنائی دی۔ نسوانی چیخ تھتی۔ یوں جیسے کسی کند چھری سے ذبح کر دیا گیا ہو۔ جونہی انہوں نے ادھر دیکھا۔ دنگ رہ گئے۔ ایک خوب قد آور عورت جس کے اگلے دانت خوب لمبے تھے۔ اور جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ قبرستان میں بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر مہوئی کیفیت تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بدروح قبر بھاڑ کر اٹھ کھڑی ہو۔ بہر حال وہ بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ سب حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چوکنے ہو گئے تھے۔



عمران نے جیب سے پستول نکالا اور کئی گولیاں اس پر داغ دیں۔ لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ جیسے اس کا سراپا ہوا کا ہو اور گولیاں اسے چھینے سے بغیر پارہ ہو گئی ہوں۔ عمران گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اتنے میں بدروح نے ایک تہقہہ لگایا۔ بالکل پراسرار، وحشت ناک اور بھیانک تہقہہ۔ ساتھ ہی اس کی مکروہ آواز بھی ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

بھاگ جاؤ یہاں سے یہ خبریرہ اور یہ صدیوں پرانا مندر بدروحوں کا مسکن ہے۔ اپنے آپ کو ان الجھنوں میں ڈالو گے تو ختم ہو جاؤ گے۔

عمران چند قدم آگے پڑھا اور بد ذوق اور جاہلوں کی طرح آنکھیں میٹکا تے اور گول سامنے بناتے ہوئے کہا۔ کیا آٹے کی پوری جیسا جسم ہے تمہارا اور یا قرخوانی جیسا منہ ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہاں سے آئی ہو اور ہم پر کیونکر ناز لی ہوئی ہو۔ عمران اور زیادہ مسخرہ ہو گیا۔

ویسے اسے پکڑو نہ واحد و اکم از مجھے تو تمہارا صدیوں سے انتظار تھا۔ شکہ ہے تم مل گئی ہو۔

عمران باتیں بھی کر رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ اس بھیانک عورت سے قریب بھی ہوتا جا رہا تھا شاید وہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کا تہیہ کر چکا تھا۔

اس عفریت نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور پھر قبل اس کے عمران آگے بڑھ کر اپنی کوئی چالاکی اس پر آزماتا اور کسی



۵۹ بدہیبت عورت، عمران، جوزف اور صفدر کے پاس آکر رک گئی تھی۔ عرفان اور ایڈنا قریب ہی ایک درخت کی اوٹ میں ہو کر بڑی پریشانی سے اس نئی آفت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران اس عفریت کی طرف بڑھا اور سخت لہجے میں پوچھا۔ کون ہو تم؟

اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ تاہم اس کے منہ سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ سب یہ دیکھ کر اور زیادہ حیران ہو رہے تھے کہ خون کے قطرے ان کے سامنے زمین پر گرنے کے بجائے ہوا کے اندر ہی ختم ہوتے جا رہے تھے۔ یوں جیسے خون کے وہ قطرے اس کے پاؤں کے قریب آکر انسانی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہوں۔

ایڈنا پر دہشت چھا گئی تھی۔ خوف زدہ ہو کر اس نے اپنے ایک ہاتھ سے عرفان کا بازو پکڑ لیا تھا۔ اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے وہ عرفان سے اور زیادہ قریب ہو گئی تھی۔



نئی عیاری کا تجربہ کرتا وہ عورت مڑی اور سمندر کی طرف چل دی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی ہوا کے اندر تیرتی جا رہی ہو۔ عمران، جوزف اور صفدر تینوں اپنی پوری رفتار سے مہاگ کر اس کا تعاقب کرنے لگے۔ عرفان اور ایڈنا بھی کچھ فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے تھے۔

ان سب کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہلکے ہلکے درندہ نما اور غراہٹ آمیز قمقمے لگاتی ہوئی سمندر میں اتر گئی اور پانی پر اس طرح مہاگ رہی تھی جس طرح عام انسان زمین پر دوڑتا ہے۔ ان سب نے اسے سمندر میں تھوڑی دور جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس کے قمقمے سنائی دینا بند ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ گویا ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سمندر کی تہ میں اتر گئی ہو۔ عمران، جوزف اور صفدر سمندر کے کنارے ابھی تک سمندر کے اس حصے کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے جہاں وہ عورت غائب ہو گئی تھی۔

دفعاً ہی عمران حرکت میں آیا جیسے اس کے ذہن کو کسی نے بجلی کا تیز شارٹ دیا ہو۔ شاید اس کی چھٹی حس اس کے ذہن کے حساس پردوں پر خطرے کی گھنٹیاں بجا چکی تھی۔ اس نے جوزف اور صفدر کے بازو پکڑ لئے اور ایک طرف مہاگ کھڑا ہوا۔

جوزف اور صفدر پریشانی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے مگر وہ ان کے بازو پکڑے مہاگ رہا تھا۔ اور پھر وہ

میں ساتھ لے کر سنگلاخ چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ قبل اس کے کہ جوزف اور صفدر میں سے کوئی کچھ پوچھتا۔ سمندر کے کنارے کی طرف سے ویسے ہی بدروح نما اور بن مانس جیسے چار بھجاری سمندر کے کنارے نمودار ہوئے۔ وہ ہو بہو اس بھجاری جیسے تھے جس مقابلہ تھوڑی قبل عرفان قبرستان میں کر چکا تھا۔

چاروں بن مانس نما بھجاری سمندر کے کنارے ایک ان پر آکر بیٹھ گئے تھے۔ عمران ان کے متعلق کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ ان بھجاریوں کے نزدیک ہی عرفان اور ایڈنا نمودار ہوئے۔ عرفان انکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ ایڈنا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اور اپنا دایاں ہاتھ اس نے عرفان کے یائیں شانے پر رکھا تھا۔

بھجاریوں کے قریب ہی عرفان سمندر کے کنارے آکر راہ ہو گیا۔ ایڈنا اس کے پیچھے آئی۔ اپنے دونوں بازو عرفان کی گردن ڈال دیئے۔ اور پھر اس کی پشت سے لپٹ کر کھڑی ہو گئی۔ عرفان اپنی لنگھوں کے نیچے بیٹھا کھیاں درست کیں۔ دعا کے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ پھر اس کی آواز سنائی دے۔

اے سمندر کے دیوتا! مجھ پر رحم کر۔ میری دونوں ٹانگیں ٹھیک رہے۔ تو اپنی دیوی کے طفیل جس سے تو بے پناہ محبت کرتا ہے اچھا کر دے۔ عرفان شاید اور بھی کچھ کہتا کہ اسے اپنے



ی مبارک باد -

آواز سنائی دی -

عمران !

عرفان نے ہاتھ اسی طرح دُعا کے انداز میں آسمان کی طرف رہنے دیئے اور اپنا منہ ٹراسمیٹر کے نزدیک لے جا کر سرگوشی کہیئے !

تمہارے پیچھے یہ چار بھاری جو چٹانوں پر آکر بیٹھ گئے ہیں کاپتہ کرو کہ یہ کس سلسلے میں اور کس کام سے یہاں بیٹھے ہیں - عرفان سمندر کے کنارے سے ہٹ کر واپس مڑا -

پہلے کی طرح اس کا بازو پکڑ لیا تھا - وہ آہستہ آہستہ بیٹھ گیا تھا - سہارے چلتا ہوا وہ ان چار بھاریوں کے جب نزدیک گیا تو ان سے ایک نے پہلے ہی اس سے پوچھ لیا -

کیسے ہو گراہم !  
عرفان ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور گردن جھکالی -

ٹھیک ہوں -

تم روزہ سمندر کے دیوتا سے اپنے اچھا ہونے کی دعا مانگتے ہو تمہاری دعا قبول ہوگی -

عرفان نے بھاری اور ٹھہری ہوئی آواز میں جواب دیا -

جب نیلے آکاش کے مالک کو منظور ہوگا -

اس بھاری نے ایک دم چونک کر کہا -

مجھے مبارک باد بھی دو -

عرفان نے سر اور اٹھایا اور استغناء میں لہجے میں

پرسوں پورن ماشی کی رات کو میری شادی چندراوتی سے ہوگی -

جانتے ہو چندراوتی مندر کی سب سے حسین اور مینچل بھاری ہے -

پہلے سے جب ایک فلم کمپنی یہاں آئی تھی تو اس نے لاکھوں روپے کے

موسم چندراوتی کا صرف ایک رقص قلمبند کرنا چاہا تھا پر تم جانتے ہو -

ہوا - چندراوتی نے انکار کر دیا - اب پروہت نے مجھے سب سے عظیم

لکھ، جفاکش اور طاقتور بھاری قرار دے کر چندراوتی سے بیاہ دینے

کی قیصلہ کیا ہے - اور یہ میرے لئے بہت بڑا انعام ہے -

عرفان کہیں سوچوں میں کھو گیا - پھر اس کی بھاری آواز

سنائی دی -

تم بہت اچھا کی ہو -

بھاری پھر بولا -

میری شادی کی تقریب میں تم بھی شامل ہو گے میں تمہیں اس کی

یا قاعدہ دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ میری طرح تم بھی اچھا کی ہو -

وہ کیسے ؟

تمہاری بیوی بھی تو دیکھو کیسی حسین اور کامل ہے - اس نے ہاتھ

کے اشارے سے ایڈنا کی طرف اشارہ کیا اور ایڈنا خوفزدہ سی ہو کر

عرفان کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی -

عرفان پھر بولا -

میں ضرور تمہاری شادی کی تقریب میں شرکت کروں گا - پر تم لوگ

یہاں اس وقت بیٹھے کیا کر رہے ہو ؟



کچھ لوگ یہاں مندر سے سادھوؤں شرم جائیں گے۔ ہم انہیں بحفاظت کشتی میں بٹھانے کی غرض سے بیٹھے ہیں۔

کشتی کہاں ہے؟

سادھوؤں شرم سے آئی ہے بس چل پڑی ہوگی وہاں سے۔

عرفان نے اسے عجیب انداز میں تسکارت کیا اور پھر آگے بڑھ گیا ایڈنا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ اسی طرح اس کا بازو تھامے اور پہلو سے پہلو ملائے چل رہی تھی۔

عرفان ابھی چند قدم آگے جا کر چٹانوں میں داخل ہی ہوا تھا کہ ایک لاپنج سمندر کے اندر سے گڑ گڑاتی ہوئی آئی اور کنارے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد چٹانوں کے اندر سے دس بارہ کے قریب آدمی نکلے اور اس لاپنج میں سوار ہو گئے۔ لاپنج انجن پھر شارپ ہو کر گڑ گڑایا۔ اور لاپنج جدھر سے آئی تھی۔ ادھر ہی روانہ ہو گئی۔

عرفان ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ چاروں بجاری بھی اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور جدھر سے آئے تھے اسی سمت چل دیئے۔ عرفان نے بیساکھیاں ایڈنا کو کھتا دی۔ ایک چٹان کے اوپر وہ چڑھا اور پتھروں کی آڑ لے کر وہ ان بجاریوں کو جانے ہوئے دیکھنے لگا۔ دوسری طرف عمران بھی ایک چٹان کے اوپر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

چاروں بجاری چٹانوں کے اندر پہنچ راستے طے کرتے ہوئے ایک گنبد نما چٹان میں داخل ہو کر کہیں رو پڑے ہو گئے تو عرفان نیچے اتر آیا اور ایڈنا سے بیساکھیاں لے لیں۔ دونوں چٹانوں سے

پہر نکلے۔ اتنی دیر تک عمران، جوزف، اور صفدر بھی ان کے پاس آ گئے۔

عرفان نے آتے ہی عرفان سے پوچھا۔

وہ لاپنج کہاں سے آئی اور کدھر گئی ہے۔

سادھوؤں شرم سے آئی تھی اور کچھ لوگوں کو لے کر وہیں چلی گئی ہے۔

یہ سادھوؤں شرم کہاں ہے

یہاں سے ایک میل سمندر کے اندر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جہاں ایک مندر ہے اور سادھوؤں کے رہنے کے لئے کئی عمارتیں ہیں۔ ان عمارتوں میں تارک الدنیا سادھو بیٹھ کر تپسیا کرتے ہیں۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

لاپنج کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

کچھ گڑ بڑ ضرور ہے۔

وہ تو ہے ہی۔

عرفان اس بار جوزف سے مخاطب ہوا۔

گنبدے باتم اور صفدر فوراً شہر جاؤ اور وہاں سے ایک چھوٹی سی لاپنج لے کر یہاں لے آؤ۔ میں اور عرفان ان چٹانوں کے اندر تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ آتی دفعہ اپنے اور ہمارے لئے پیرا کی کالہاس آکسیجن پرووائڈر اور ہمارے بیگ بھی لیتے آنا۔ اور ایڈنا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اور سنو دونوں ماہی گیروں کے میک اپ میں لوٹنا۔ جوزف کے جواب دیتے سے قبل ہی ایڈنا



بول پڑی

میں اکیلی گراہم کے بغیر گھر کیسے رہوں گی۔ اگر ان کا کوئی آدمی آگیا اور گراہم کے متعلق مجھ سے پوچھا۔ تو میں کیا جواب دوں گی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آخر منی ہی ثابت ہوئی ہونا۔ تم گراہم کے گھر نہیں۔ ہوٹل جاؤ گی۔ وہاں جولی پڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔ صبح کو سب اخباروں میں چوتکہ یہ خبر چھپ جائے گی۔ کہ گراہم نے اور اس کی بیوی نے ہوٹل میں ملازمت کر لی ہے۔ اس لئے تم دونوں کا گھر سے غائب رہنے کو شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے گا۔

گینڈے اتم میرا منہ کیا تک رہے ہو جاؤ جلدی چلے جاؤ اب جاتی دفعہ عرفان کی بیساکھیاں بھی لیتے جاؤ۔ ایڈی اتم اپنا میک اپ بھی بدل لو۔ ایڈیٹا نے میک اپ کی جھٹکی اتار دی۔ جوزف نے عرفان کی بیساکھیاں لے لیں اور صفدر اور ایڈیٹا کے ساتھ وہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عرفان نے بھی اپنا میک اپ تبدیل کر لیا۔ جس جگہ وہ دونوں کھڑے تھے وہاں سے ہٹ گئے اور چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے



رختے کی گہری تاریکی اور سرد خاموشی میں جوزف

نے لاپنج سمندر کے کنارے روکی تھی۔ اس کے پیچھے صفدر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہی گیروں کے میک اپ میں رات کے سب سے جوزف بول لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان نہیں ادا رہا ہو اور رات کے وقت انسانوں کی رو میں سلب کرنے کے لئے نکلا ہو۔ اس سے پیچھے بیٹھا ہوا صفدر بھی ماہی گیری کے میک اپ میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور عرفان چٹانوں سے نکلے اور لاپنج میں آکر بیٹھ گئے۔ لاپنج میں عمران اور عرفان نے بھی ماہی گیروں کا روپ دھار لیا تھا۔ عمران کے کہنے پر جوزف پیچھے ہٹ کر صفدر کے پاس بیٹھ گیا اور عرفان لاپنج چلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک لاپنج سمندر کا سینہ چیرتی رہی۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ کبھی کبھی سمندر کی بے قرار لہر اٹھتی اور دور تک نیلے پانی کے نہریے سے بناتی چلی جاتی۔ اب ان کے سامنے کچھ دھندلے دھندلے مہولے دکھائی دینے لگے تھے۔ بالکل اس طرح جیسے ان کے سامنے سمندر کے اندر کوئی بہت بڑا چٹانی قلعہ ہو۔

وہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس کے کنارے آکر عرفان نے ایک چٹان کی آڑ میں لاپنج روک دی تھی۔ اس سے ذرا فاصلے پر دائیں جانب ایک اور لاپنج بھی کھڑی تھی۔ وہی لاپنج جو تھوڑی دیر قبل چند آدمیوں کو لے کر یہاں آئی تھی۔ عمران اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے بولا۔

صفدر! اتم لاپنج کے اندر ہی بیٹھو! جوزف اس چٹان کے اوپر چڑھ کر کہیں آڑ میں بیٹھ جانا اور اپنے چاروں طرف نگاہ رکھنا



اور کنارے کی طرف لائٹ سگنل دے رہا تھا جن کے جواب میں عمارت کے سب سے بڑے کلس کے اندر سے بھی لائٹ سگنل دیئے جانے لگے۔

عمران اور عرفان دونوں وہیں بیٹھے رہے تھے۔ تھوڑی سی دیر بعد انہیں ایک لائٹ سمندر میں کھڑے جہاز کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دی۔ دونوں وہاں سے اٹھے اور سمندر کے کنارے آکر چٹانوں کی اوٹ میں وہ سمندر میں کھڑے جہاز کی طرف دیکھنے لگے۔ کوئی پندرہ منٹ بعد وہی لائٹ واپس لوٹی اور کنارے پر آکر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحہ عمارت کے اندر سے کچھ لوگ نکلے تھے اور وہ لائٹ میں لکڑی کی بیٹیاں اٹھا اٹھا کر عمارت کے اندر لے جانے لگے۔

عمران اور عرفان نے سرگوشی میں باتم کوئی مشورہ کیا۔ پھر انہوں نے پیرا کی کالیاں پہنا۔ منہ پر انہوں نے چھوٹے چھوٹے کیسجن پر وائٹ چڑھا لئے اور سمندر میں کود گئے۔ پانی کے اندر ہی اندر آگے بڑھتے ہوئے وہ اس جہاز کے پاس جا کر ابھرے۔ انہوں نے دیکھا جہاز کے اوپر ایک طاقتور کرن لگا ہوا تھا۔ جو لوہے کے مضبوط رسوں کی مدد سے لکڑی کی بیٹیاں سمندر میں سے نکال کر جہاز کے اندر رکھتا تھا۔

دونوں نے پھر آپس میں کوئی مشورہ کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ غوطہ لگا گئے۔ اب وہ لوہے کے رسوں کے ساتھ ساتھ سمندر کی تہ میں اترتے جا رہے تھے۔ نیچے جا کر انہوں نے دیکھا۔ سمندر کی تہ میں ایک غرق شدہ بہت بڑا بحری جہاز پڑا تھا اور اس کے

خطرے کی صورت میں مجھے فوراً شاک کر دینا۔ جب تک تم دونوں کو کوئی دیکھ نہ لے کسی سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں۔ عمران اور عرفان نے اپنے بگ سنبھالے اور چٹان پر چڑھنے کے بعد وہ جزیرے میں داخل ہو گئے۔ جوزف اور صفدر اپنی اپنی جگہ مستعد ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ جزیرے کے اندر چٹانوں کی آڑ میں عمران اور عرفان تھوڑا سا آگے بڑھے تو دور ایک عمارت کے اندر سے انہیں گھنٹیوں کی مدھم مدھم اور دھیمی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جب اس عمارت کے پاس گئے تو گھنٹیوں کے ساتھ انہیں ان گنت سازوں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ جن میں گھنگھروں کی جھنکار نمایاں تھی جس سے ظاہر تھا کہ مندر سے ملحقہ اس عمارت کے اندر عورت کا رقص ہو رہا ہے۔ گاہے گاہے ہلکے ہلکے نسوانی قہقہے بھی سنائی دیتے جو ان اور کنوارے قہقہے۔

وہ دونوں اس عمارت کے گرد چکر لگانے لگے۔ شاید دروازہ تلاش کرنے کی خاطر۔ ایک جگہ وہ دونوں فوراً رک گئے اور ایک پتھر کی ادھاریں ہو گئے۔ ان کے سامنے ہی عمارت کا بہت بڑا دروازہ کا دروازہ تھا۔ جس کے سامنے دو آدمی دائیں بائیں ہو کر بیٹھے تھے۔ شاید پہرہ دے رہے تھے۔

دونوں کوئی قدم اٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ چوتھوں پر سے۔ سمندر کی طرف سے انہیں تیز روشنی کا ایک دھارا دکھائی دیا۔ انہوں نے جب اس سمت دیکھا تو سمندر کے اندر ایک چھوٹا سا بحری جہاز کھڑا تھا۔ بظاہر وہ مچھلیاں پکڑنے والا جہاز دکھائی دیتا تھا۔



ترب غوطہ خور اس کے اندر سے لکڑی کی پیٹیاں نکال نکال کر لوہے کے رسوں کی مدد سے اوپر بھجوا رہے تھے۔

دونوں ایک بار غرق شدہ جہاز سے کافی اوپر ہی ذرا درگڑھٹ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر نیچے کی طرف غوطہ نگایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سمندر کی تہ کو جا چھوڑا۔ اب وہ آہستہ آہستہ زمین کے ساتھ ساتھ رہنے لگے ہوئے اس جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔ یہ احتیاط انہوں نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ اگر وہ سیدھے جہاز کے اوپر اترتے تو دیکھ جاتے اور یہ صورت ان کے لئے خطرناک تھی۔ لہذا وہ دور نیچے اترنے کے بعد جہاز کی طرف بڑھتے۔

جہاز کے ایک حصے کی ادٹ میں ہو کر چند لمحوں تک وہ بڑے غور سے ان غوطہ خوروں کو دیکھتے رہے جو بڑی تیز رفتاری اور جانفشانی کے ساتھ جہاز کے اندر سے لکڑی کی پیٹیاں نکال نکال کر رسوں کی مدد سے اوپر بھجوا رہے تھے۔ جنہیں کرن کے ذریعے سمندر کے اندر کھینکا گیا ہوا تھا۔

شاید اشاروں کے ذریعے انہوں نے کوئی فیصلہ کیا تھا کیونکہ دونوں سمندر کی تہ میں گر چھ کی طرح رہنے لگے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے تھے۔ ایک جگہ دونوں پھر رک گئے۔ اور کچھ اس طرح کی پولیشن بنا کر بیچھڑ گئے۔ جیسے کھوکھو کا درندہ جنگل میں اپنے شکار کو دبوچنے کے لئے بناتا ہے۔ جونہی ایک غوطہ خور لکڑی کی پیٹی کو مٹھا سے جہاز سے نکلا۔ عمران بلٹ کی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کا پاؤں پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اسی لمحہ عمران بھی اس پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ اور اس

کے دونوں ہاتھ پکڑ کر لپٹ پر باندھ دیئے تھے۔ دونوں اسے بڑی تیزی سے کھینچتے ہوئے جہاز سے دور لے گئے۔ اور پھر اوپر اٹھنے لگے۔

پانی کے اندر سے نکلنے کے بعد وہ ۱۵ سے کھینچتے ہوئے کنارے پر لائے اور ایک بہت بڑے پتھر پر لٹا دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے باری باری ان دونوں کو دیکھ جاتا تھا جو اس کے دائیں بائیں بیٹھ چکے تھے۔ عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ ہلکا سا مسکرایا اور پھر اس سے مخاطب ہوا۔

کیسے ہو میرے دوست!

اس نے تعجب سے پوچھا۔

کون ہو تم؟

عمران نے بڑی حیرت سے پوچھا۔

تم نے مجھے نہیں پہچانا۔

نہیں۔

ارے تم ہمارے شہر کی کورٹ میں جھوٹی گواہیاں دیا کرتے تھے۔

اس نے غصے میں غرا کر کہا۔

یہ کیوں اس سے۔ میں نے کبھی یہ ذلیل رشتہ انہیں کیا۔

عمران نے بے پروائی سے کہا۔

نہ کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہارا کوئی بھائی بند ہو پر تم یہ تو بناؤ تم

نے یہ غوطہ خوری کا پیشہ کب سے اختیار کیا اور تم لوگ سمندر میں غرق

اس جہاز سے کیا نکال رہے تھے۔



اس نے بڑی سختی سے کہا۔

اس کے متعلق میں کچھ نہ بتاؤں گا۔

عمران نے بیگ سے سرخی نکالی اور اسے انجنکشن دے ڈالا۔ چند لمحوں تک وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے انتظار کرتا رہا۔ پھر پوچھا۔

نائیجیریا کا وہ بحری جہاز جو پاکیشیا کے لئے یورنیم کی ایک بھاری کھیپ لے کر جا رہا تھا۔ اس کے متعلق تم کچھ جانتے ہو۔

ہاں اسے ہم نے اغوا کر لیا تھا

پھر اس کا کیا بنا

ہم اسے سمندر میں غرق کر دیا۔

جس جگہ سے تم لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ وہاں سے ایک فرلانگ جنوب مشرق کی طرف۔

اس کے اندر جو یورنیم تھی اس کا کیا بنا۔ وہ ہم نے نکال لی تھی۔

اب کہاں ہے؟

بڑے جزیرے کے مندر کے تہ خانوں میں ہے۔ عنقریب وہ ایک ایسے ملک کے حوالے کر دی جائے گی جس کے ہاتھ ہم ہمیشہ ایسا سامان بیچا کرتے ہیں۔

جہازوں کو اغوا کرنے والے گروہ کا تعلق دنیا کے کس خطے سے ہے یہ سب یورپی ہیں۔ تاہم لوگوں کی آنکھوں میں دھول چھونکنے کے لئے

کچھ نے ہندوؤں جیسے نام رکھے ہوئے ہیں اور اسی بنا پر وہ صدیوں پرانے مندر کو اپنی تحویل میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو اصل میں اس گروہ کا ہیڈ آفس ہے۔

اغوا کی ہوئی یورنیم کب اور کہاں سے روانہ کی جائے گی۔ بڑے مندر سے ملحقہ ویران ساحل پر کبھی رات کے وقت کوئی جہاز آئے گا اور اس میں روانہ کر دی جائے گی۔ سمندر کے اندر جس جہاز سے تم لکڑی کی پیٹیاں نکال رہے تھے اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔

اس کا تعلق بھی ایک اسلامی ملک سے ہے۔

ملک طیاروں کے پرزے لے کر جا رہا تھا۔ ہم نے اسے بحرہ ہند سے اغوا کیا۔ اور یہاں لا کر ڈبو دیا۔ اب اس میں سے سامان نکالا جا رہا ہے۔ یہ سامان بھی پہلے بڑے مندر کے تہ خانوں میں منتقل ہوگا۔ اس کے بعد یہ اسی ملک کو بھیج دیا جائے گا جسے یورنیم مہیا کی جائے گی۔ تم لوگ جہازوں کو کیسے اغوا کرتے ہو؟

سمندر کے اندر ہمارا کرین بردار جہاز کھڑا ہے۔ وہ بظاہر ایک عام ٹھیلیاں پکڑنے والا جہاز دکھائی دیتا ہے لیکن اصل میں وہ ایک تباہ کن جہاز ہے۔ جس کے اندر جدید طرز اور لمبے ویج کی گنیں لگی ہوئی ہیں۔

عمران نے پھر پوچھا

اس چھوٹے جزیرے میں تمہارے کتنے آدمی ہر وقت رہتے ہیں۔

دس بارہ سے تیرا دہ نہیں ہوتے۔ سارے غوطہ خور بڑے مندر میں رہتے ہیں۔ اس چھوٹے جزیرے کی عمارت اہل میں عیاشی کا ڈھ ہے۔



جہاں ہمارے گروہ کے سرکردہ لیڈر کھل کر شراب پیتے ہیں اور بچاؤوں کا عریاں رقص دیکھتے ہیں۔

عمران نے اسے ایک اور انجکشن دیا اور وہ ختم ہو گیا۔

عمران نے اس کی کمر پر بندھا ہوا آکسیجن مہیا کرنے والا سسٹم خراب کر دیا۔ اور اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور یہی سمجھا جائے کہ آکسیجن سسٹم بیکار ہو جانے کے بعد اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔

ساحل کے ساتھ ساتھ ایک لمبا چکر کاٹ کر دونوں اس جگہ آئے جہاں ان کی لایچ کھڑی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی چٹان کے اوپر بیٹھا ہوا جوزف کھڑا ہو گیا۔ تینوں لایچ میں آکر صفدر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ عرفان پھر لایچ چلانے لگا تھا۔ لایچ جب بڑے جزیرے کے ساحل پر آئی تو عمران کی آواز سنائی دی۔

لایچ روک لو وہ عرفان سے مخاطب ہوا تھا۔

عرفان نے بالکل ساحل کے ساتھ لایچ روک دی۔

عمران نے اس بار جوزف اور صفدر سے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم دونوں نیچے اتر جاؤ۔ آج کے بعد دونوں ہر روز پوری رات ان ساحلی چٹانوں کے اندر چھپ کر پہرہ دیا کرو گے۔ تمہارا کام یہ ہوگا جب بھی تم دیکھو کہ اس ساحل پر کوئی بھری جہاز آکر لگا ہے فوراً تجھے اطلاع کر دینا۔ دن کے وقت تم دونوں بیشک سولیا کرنا۔ تاہم اگلے فیصلے تک تم دونوں پوری رات جاگ کر ان چٹانوں میں پہرہ دیا کرو گے۔ دونوں ایک جگہ بھی مت بیٹھنا۔ ایک چٹان کے اس سرے میں اور

دوسرا اس طرف جہاں ساحل موڑ کھاتا ہے۔ اب تم نیچے اتر جاؤ اور اپنی ڈیوٹی سنبھالو۔

جوزف اور صفدر حب نیچے اترنے لگے تو عمران نے پھر پوچھا۔

کشتی کس سے کرایہ پر لی تھی؟

جوزف نے جواب دیا۔

لارنس ٹریڈر سے

اچھا تم دونوں جاؤ

جوزف اور صفدر ساحل پر اترنے کے بعد چٹانوں کے اندر گھس گئے۔ عمران اور عرفان لایچ لے کر آگے بڑھ گئے



موت ایڈ ہوٹل کا ڈائٹنگ روم گاہکوں سے

پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ بیرے ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ یہ وہی ہوٹل تھا جو عمران نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے ٹھیکہ پر لے رکھا تھا۔ استقبالیہ پر مٹی اسکرٹ پہنے جولیا بیٹھی پوری خوبصورت اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ ویسا ہی لباس پہنے ایڈنا کاؤنٹر پر کھڑی تھی۔ اور اس کے ساتھ تو یہ کھڑا تھا۔ جو بار بار لپچائی اور



بھوکے نگاہوں سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایڈنا کے پہلو میں عرفان بیٹھا تھا۔ اور اس کے دائیں جانب اس کی دونوں بیسیا کھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ گنگ روم میں خاور ہٹید گک کے لباس میں وہاں کے سارے کارکنوں کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اور عمران؟ — عمران بچارہ ایک گھٹیا اور حقہ ڈکلاس برے کا لباس پہنے ڈائٹنگ روم میں بھاگ بھاگ کر گاہکوں کی سروس کر رہا تھا۔ عرفان نے ایک بار اپنی گھڑی دیکھی۔ پھر ایڈنا کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنکھوں میں کوئی فیصلہ ہوا۔ ایڈنا نے دونوں بیسیا کھیاں پیکر کر اسے ہٹھا دیں۔ عرفان اور ایڈنا دونوں کا سر سے نکلے اور استقبال کیے میں جولیا کے پاس گئے۔

عمران بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹرے تنویر کے سامنے کاؤتھر پر رکھی اور کندھے پر رکھی ہوئی صافی سے ہاتھ پونچھتا ہوا وہ بھی جولیا کے کیمین میں آیا اور عرفان سے پوچھا۔

جار ہے ہو؟

عرفان نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ویسے تو ابھی ایک گھنٹہ ہے۔ مگر میں پہلے روانہ ہو رہا ہوں۔ میں نے اس بچارے سے بھی ملنا ہے جس کا نام چندراوتی ہے اور جس کی شادی سب سے طاقتور بن مانس نمایاں سے ہو رہی ہے۔ میں اس بچارے کو اپنے ساتھ ملا کر بہت نیچے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گا۔ آج پورن ماشی کی رات ہے۔ آج اس کی شادی ہونی ہے۔ اور

اس کی شادی سے پہلے ہی میں اسے ملنا چاہتا ہوں۔ عمران نے کیمین سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

جاؤ۔ اگر ہو سکے تو ساحل کی طرف جوزف اور صفدر کی طرف بھی چکر لگانے کی کوشش کرنا۔ آج وہ ہم سے رابطہ قائم نہ کریں گے کیونکہ میں نے انہیں کہا ہوا ہے کہ میں اور عرفان ایک کٹھن مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے کسی خطرے یا ضرورت کے موقع پر وہ ضرور ایسیڈ سے رابطہ قائم کریں گے۔ اس لئے تم خود ہی ان کی طرف چکر لگالیتا۔ میں دد گھنٹے بعد تمہیں قبرستان کے کنارے ملوں گا۔ تاکہ ہم دونوں اگلی مہم شروع کر سکیں۔

عمران جا کر پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ گیا۔ عرفان اپنی بیسیا کھیاں ٹھیکتا ہوا ہوٹل سے نکل گیا۔ اور ایڈنا جولیا کے پاس ہی بیٹھ کر کام کرنے لگی۔

وہ رات پورن ماشی ہونے کے باوجود اندھیری تھی۔ کیونکہ آسمان پر گہرے بادل تھے۔ ہر چیز اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جوزف اور صفدر انہی ساحلی چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ساحل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اچانک جوزف نے دیکھا۔ کچھ نقاب پوش اسے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہ کر سکا تھا تاہم وہ پانچ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ جو آہستہ آہستہ چٹانیں پھلانگتے ہوئے گھیرا تنگ کرتے جا رہے تھے۔

جوزف نے فوراً دایچ کی سوئی نکالی اور اس کی فریکوئنسی



ملانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہوٹل میں کام کرتے ہوئے عمران کو بازو پر ہشاک ہوا۔ اس نے ٹرے کاؤنٹر پر پھینک دی اور بھاگ کر ایک محفوظ غسل خانے میں گھستے ہوئے اس نے جیب کنکشن لیا تو جوت کی آواز آ رہی تھی۔

جوزف کالنگ۔ ڈینجر۔ جوزف کالنگ۔ ڈینجر۔  
عمران بڑی طرح غرایا۔  
ایکسٹو!

جوزف کی آواز بھر سنائی دی۔

سہرا! کچھ لوگ مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں کر سکا۔ وہ سب نقاب پوش ہیں۔ کیا میں ان سے ٹکرا جاؤں۔

عمران نے بڑی تیزی سے کہا۔

جہاں ہو وہیں بیٹھے رہتا۔ میں تمہاری مدد کو آ رہا ہوں۔ گولی مت چلانا ایسی صورت میں ان کے سب ساتھیوں کو تمہاری وہاں موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ اور تمہیں اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔

عمران فوراً غسل خانے سے نکلا۔ بھاگتا ہوا وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں آیا۔ بیرے کے کپڑے اتار کر وہیں پھینک دیئے اپنا بیگ سنبھالا اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ ایک ویران جگہ آ کر اس نے بیگ میں سے کپڑے نکالے اور سر سے پاؤں تک نقاب اوڑھ لیا تھا۔ اب وہ ایکسٹو کا روپ دھار چکا تھا۔ اور اس حالت میں وہ ساحلی چٹانوں کی طرف دوڑنے لگا۔

جس وقت انجانے نقاب پوش جوزف کو گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے اس وقت ویسے لوگ صفدر کے گرد بھی گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ صفدر بھی فوراً واضح ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کی فریکوئنسی ملانے لگا۔ انہوں نے عمران یا عرفان سے اس بنا پر رابطہ قائم نہ تھا کیونکہ عمران نے انہیں بتا رکھا تھا کہ وہ اور عرفان ایک اہم مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔ لہذا دونوں نے ایکسٹو ہی رابطہ قائم کیا تھا۔

جس وقت صفدر ایکسٹو کی فریکوئنسی ملانے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت جوزف عمران سے بات کر رہا تھا۔ لہذا صفدر کو کنکشن نہ مل سکا۔ نقاب پوش چونکہ اسے بڑی تیزی سے گھیرتے جا رہے تھے اور اس کے پاس خطرے کی اطلاع کرنے کا وقت بہت کم تھا لہذا اس نے فوراً فریکوئنسی بدلی اور ریڈ ٹائیگر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

عرفان جس وقت مندر کے سامنے گھنے درختوں میں سے ہو کر مندر کی طرف جا رہا تھا اسے اپنے بازو پر ہشاک ہوا۔ بیٹا کھیول کو اپنی بخلوں میں دیا کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور واپس ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے سمندری لہروں کے ساتھ ایک آواز ابھر ڈوب رہی تھی۔

ہیلو! ہیلو!۔ صفدر کالنگ

عرفان نے اپنی آواز بدلی اور غرایا۔

ریڈ ٹائیگر!

صفدر کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی



سر اساعل سمندر پر کچھ لوگ مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ میں نے ایکسٹو سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔  
عرفان پھر غرایا۔

میں پانچ منٹ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اتنی دیر تک انہیں روکنے کی کوشش کرو۔ کیا ان کے پاس ہتھیار ہیں؟  
میں اندھیرے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا سر اتنا ہم وہ سب نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔

اچھا تم چٹانوں کے اندر چھپ چھپ کر ان سے بچنے کی کوشش کرو اور اپنا رخ جوزف کی طرف کر لو تاکہ تم اکٹھے ہو سکو۔ جوزف سے بھی رابطہ قائم کرو۔ اگر وہ بھی گھر چکا ہے تو اسے کہو کہ وہ بھی چٹانوں کے اندر چھپ کر ان سے بچنے کی کوشش کرے اتنی دیر تک میں پہنچا ہوں۔

ٹھیک ہے سر اصفدر نے مطمئن انداز میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عرفان حرکت میں آیا تھا۔ اپنی دونوں بیٹیاں درختوں کے اندر ایک جگہ اس نے چھپا دیں۔ اپنے بیگ سے دوسرے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر اس نے پہنے، سر اور چہرے پر ویسے ہی رنگ کا نقاب اوڑھ لیا اور بڑی تیزی سے وہ چٹانوں کی طرف بڑھنے لگا۔

قبرستان کے پاس سے گزرنے کے بعد عرفان زمین پر لیٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک حالات کا جائزہ لینے کے بعد وہ سانپ

کی طرح بڑی تیزی سے رینگتا ہوا ان ساحلی چٹانوں میں داخل ہو گیا جن کے اندر جوزف اور صفر چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔  
چٹانوں کے اندر گھسنے کے بعد اس نے اپنا سر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر جب دیکھا تو نقاب پوش چھپتے چھپاتے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ شاید جوزف اور صفر چٹانوں کے اندر چھپ چھپ کر انہیں چکم دے رہے تھے اور وہ سب ان دونوں کے تعاقب میں بھاگتے پھر رہے تھے۔ ریڈ ٹائیگر بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

چار پانچ چٹانوں کے چکر کاٹتے کے بعد ریڈ ٹائیگر نے جونہی سر اوپر اٹھا کر دیکھنا چاہا۔ اس لمحہ چٹان پر کسی یونانی دیو مالائی مجسمے کی طرح ایکسٹو نمودار ہوا۔ جونہی ریڈ ٹائیگر نے ایکسٹو کی طرف دیکھا۔ ایکسٹو نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ گہری تاریکی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا نہ تھا اور آپس میں ٹکرائے گئے تھے۔

ایکسٹو نے ریڈ ٹائیگر کو دبوچ کر ختم کر دینا چاہا تھا۔ لیکن اس سے قبل ہی ٹائیگر اپنا دفاع کر چکا تھا۔ اور ایک لمبی زخم لے کر ایکسٹو کی گرفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں وہ پھر ایک دوسرے پر ازلی دشمنوں کی طرح پل پڑے تھے۔ ایکسٹو نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو خوب اینٹھ اور تھوڑا سا خم دے کر شیر کے پنجے کی طرح بنایا اور یہی آہنی پنجہ اس نے ریڈ ٹائیگر کے پیٹ میں مارا۔



ریڈ ٹائیگر بھی زخم خوردہ دزدے کی طرح حملہ آور ہو چکا تھا۔ بجلی کے پتھے کی طرح گھوم کر وہ ایکسٹو کے پنجے سے بچ گیا۔ اسی لمحہ ایکسٹو اپنا دوسرا وار کر چکا تھا اور کراٹے کا ایک سخت بایاں ہاتھ ٹائیگر کے پھٹے پردے مارا۔ ریڈ ٹائیگر نے بچنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن ایکسٹو اس کے پھٹے پر سخت ضرب لگانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ریڈ ٹائیگر کراہ رہا تھا۔

ایکسٹو لڑکھڑاتے ہوئے ریڈ ٹائیگر کو دلوںچ لینے کو جو نہی آگے بڑھا۔ ریڈ ٹائیگر خونخواری سے حملہ آور ہوا۔ اپنی ایک ٹانگ کو وہ اوپر اٹھا کر پاؤں کو وہ اپنے سر سے بھی اوپر لے گیا۔ ایکسٹو کا دھمیان اس وقت ریڈ ٹائیگر کی اٹھی ہوئی ٹانگ کی طرف تھا۔ اسی لمحے سے ریڈ ٹائیگر نے فائدہ اٹھایا۔ دوسری ٹانگ پر وہ ہوا میں اچھلا۔ پلک جھپکنے میں پہلی ٹانگ زمین پر لایا اور دوسری ایکسٹو کی گردن پر دے ماری۔ دونوں ایک دوسرے سے ذرا پیچھے ہٹ گئے تھے۔

اسی لمحہ کئی انجانے نقاب پوش ایک قریبی چٹان پر نمودار ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جوزف اور صفدر بھی تھے۔ شاید وہ ان دونوں کو گرفتار کر چکے تھے۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو گھیرے ہوئے تھے، وہ سب ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر کو لڑتے ہوئے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھنے لگے تھے۔

ایکسٹو اور ریڈ ٹائیگر بھی دونوں چونک کر اس چٹان کی طرف دیکھنے لگے جس کے اوپر وہ انجانے نقاب پوش جوزف اور

صفدر کو لئے کھڑے تھے۔ ریڈ ٹائیگر بڑا بے چین دکھائی دے رہا تھا۔ ہتے میں غراتی اور کھولتی ہوئی آواز میں اس نے ایکسٹو سے پوچھا۔ کون ہو تم؟

ایکسٹو نے اپنی روایتی اور بھرائی ہوئی آواز میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

تم ریڈ ٹائیگر؟  
ریڈ ٹائیگر بھی ایکسٹو کی آواز پہچان گیا اور تھوڑا پیچھے ہٹ کر گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

میں سراسیمہ سب کچھ غلط فہمی میں ہوا۔ اور پھر حملے کی ابتداء بھی آپ ہی نے کی تھی  
ایکسٹو نرم پڑ گیا

کوئی بات نہیں۔ مگر تم یہاں کیسے آ گئے۔ تمہارا مشن تو آج مندر میں داخل ہونا تھا۔

مجھے صفدر نے مدد کے لئے بلا یا تھا سراسر! ادکے۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ اب ہم دونوں یہاں سے لڑنے کی ایکٹنگ کرتے کرتے اس چٹان تک جائیں گے جس کے اوپر وہ جوزف اور صفدر کو لئے کھڑے ہیں۔ وہاں جا کر ہم دونوں کو کیا کرنا ہے۔ یقیناً سمجھ گئے ہو گے۔

س۔

پہر اپنا ہتھیار نکال لو۔

ریڈ ٹائیگر نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اور سیل کی جھلکی



ہوئی کوئی چیز نکالی۔ وہ ایک چھ انچ لمبا اور دو انچ چوڑا سیٹیل کا اس طرح وہ سنبھل جائیں گے اور یہ بھی جان جائیں گے کہ ہم ان کی بلیڈ تھا جس کا باہر کا حصہ استرے کی طرح کا تیز تھا۔ دوسرا حصہ جو آگے لگے ہیں۔ پھر لڑتے ہی لڑتے دونوں نے جوزف اور صفدر کو جو موٹا تھا اس کے ساتھ لوہے کی تین لمبی ٹکیاں بلیڈ کی ہوئی تھیں تاکہ کر دیا۔ دوسری طرف شاک رسیو کرنے کے بعد جوزف اور ریڈ ٹائیگر نے اپنے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں ان تین سو راخوں کے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔

میں ڈال کر اس ہتھیار کو اپنے ہاتھ پر پہن لیا۔ بائیں ہاتھ سے اس نے اس ہتھیار کو آگے پیچھے ہلا کر اپنے دائیں ہاتھ پر خوب فٹ پائی پر آئے پھر انہوں نے اس تیزی سے رخ بدلا کہ ایکسٹو نے اپنے کر لیا۔ پھر اس نے پریکٹس کے طور پر بڑی تیزی سے حملہ کرنے کے لیے گولے کو گھاگھا کر حملہ کیا اور چار نقاب پوشوں کو ڈھیر کر انداز میں ہوا کے اندر ایکسٹو کی طرف بڑی تیزی سے لہرایا۔ جس نے دوسری طرف ریڈ ٹائیگر اپنے خونخوار اور جھپکتے ہوئے بلیڈ سے دور کھڑے ہی اندازہ لگا سکے تھے کہ وہ ایکسٹو پر حملہ آور ہو چکا تھا اور چار نقاب پوش اس نے بھی ڈھیر کر دیئے ہوئے۔

ایکسٹو نے بھی اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک نقاب پوش کو ختم کر دیا۔ انہوں نے جب ان کے نقاب ہٹا کر دیکھے ہاتھ لمبی ایک زنجیر نکالی جس کے ایک طرف اسے پکڑنے کے لیے وہ سب زہریلے بچاری تھے۔ اتنے میں ایکسٹو کی غراتی ہوئی کا ایک کڑا تھا اور دوسری طرف اس زنجیر کے ساتھ لوہے کا ایک وار آئی۔ آدھ پونڈ کا گولہ لٹک رہا تھا۔

کڑے کو پکڑ کر زنجیر کو لہراتے ہوئے ایکسٹو نے جیب ہاؤ۔

لوہے کے اس گولے کو ہوا میں ادھر ادھر پھیرا یا تو سائیں سائیں کی آواز پیدا ہوئی۔ دونوں پھر آپس میں لڑنے لگے۔ لیکن اس بار ان دونوں ریڈ ٹائیگر حجموں کی طرح چٹان کے اوپر کھڑے تھے۔ جوزف کی لڑائی جعلی تھی اور ساتھ ہی لمحہ بہ لمحہ وہ اس چٹان کے قریب ہو رہے تھے جس پر وہ نقاب پوش کھڑے تھے۔ چٹان سے ذرا ہٹا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت تلاش کیا۔ پر وہ تو ایسے غائب قریب ہو کر لڑتے ہی لڑتے ایکسٹو نے ریڈ ٹائیگر سے کہا۔

میں جوزف کو شاک دیتا ہوں تم صفدر کو شاک دو۔ مل دیئے۔

ہوئی کوئی چیز نکالی۔ وہ ایک چھ انچ لمبا اور دو انچ چوڑا سیٹیل کا اس طرح وہ سنبھل جائیں گے اور یہ بھی جان جائیں گے کہ ہم ان کی بلیڈ تھا جس کا باہر کا حصہ استرے کی طرح کا تیز تھا۔ دوسرا حصہ جو آگے لگے ہیں۔ پھر لڑتے ہی لڑتے دونوں نے جوزف اور صفدر کو جو موٹا تھا اس کے ساتھ لوہے کی تین لمبی ٹکیاں بلیڈ کی ہوئی تھیں تاکہ کر دیا۔ دوسری طرف شاک رسیو کرنے کے بعد جوزف اور ریڈ ٹائیگر نے اپنے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں ان تین سو راخوں کے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔

میں ڈال کر اس ہتھیار کو اپنے ہاتھ پر پہن لیا۔ بائیں ہاتھ سے اس نے اس ہتھیار کو آگے پیچھے ہلا کر اپنے دائیں ہاتھ پر خوب فٹ پائی پر آئے پھر انہوں نے اس تیزی سے رخ بدلا کہ ایکسٹو نے اپنے کر لیا۔ پھر اس نے پریکٹس کے طور پر بڑی تیزی سے حملہ کرنے کے لیے گولے کو گھاگھا کر حملہ کیا اور چار نقاب پوشوں کو ڈھیر کر انداز میں ہوا کے اندر ایکسٹو کی طرف بڑی تیزی سے لہرایا۔ جس نے دوسری طرف ریڈ ٹائیگر اپنے خونخوار اور جھپکتے ہوئے بلیڈ سے دور کھڑے ہی اندازہ لگا سکے تھے کہ وہ ایکسٹو پر حملہ آور ہو چکا تھا اور چار نقاب پوش اس نے بھی ڈھیر کر دیئے ہوئے۔

ایکسٹو نے بھی اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک نقاب پوش کو ختم کر دیا۔ انہوں نے جب ان کے نقاب ہٹا کر دیکھے ہاتھ لمبی ایک زنجیر نکالی جس کے ایک طرف اسے پکڑنے کے لیے وہ سب زہریلے بچاری تھے۔ اتنے میں ایکسٹو کی غراتی ہوئی کا ایک کڑا تھا اور دوسری طرف اس زنجیر کے ساتھ لوہے کا ایک وار آئی۔ آدھ پونڈ کا گولہ لٹک رہا تھا۔

کڑے کو پکڑ کر زنجیر کو لہراتے ہوئے ایکسٹو نے جیب ہاؤ۔

لوہے کے اس گولے کو ہوا میں ادھر ادھر پھیرا یا تو سائیں سائیں کی آواز پیدا ہوئی۔ دونوں پھر آپس میں لڑنے لگے۔ لیکن اس بار ان دونوں ریڈ ٹائیگر حجموں کی طرح چٹان کے اوپر کھڑے تھے۔ جوزف کی لڑائی جعلی تھی اور ساتھ ہی لمحہ بہ لمحہ وہ اس چٹان کے قریب ہو رہے تھے جس پر وہ نقاب پوش کھڑے تھے۔ چٹان سے ذرا ہٹا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت تلاش کیا۔ پر وہ تو ایسے غائب قریب ہو کر لڑتے ہی لڑتے ایکسٹو نے ریڈ ٹائیگر سے کہا۔

میں جوزف کو شاک دیتا ہوں تم صفدر کو شاک دو۔ مل دیئے۔



ایک کمرے کے سامنے رکھا اور باہر بیٹھ ہوئے گاؤں سے اس  
کہا۔

باس نے مجھے بلایا ہے۔ اسے اطلاع کر دو کہ گراہم آیا ہے۔  
گاؤں اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور دروازہ  
وا کرتے ہوئے عرفان سے کہا۔

اس نے تمہیں بلایا ہے جاؤ اندر!

عرفان کمرے میں داخل ہوا۔ اندر ایک پچاس کی عمر کا اور بہترین  
جھٹانوں میں دوڑ تک گھستا چلا گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنا لباس تبدیل  
کیا اور عمران کے روپ میں وہ ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ عرفان بھی  
اس جگہ آیا جہاں اس نے اپنی بیساکھیاں رکھی تھیں۔ جلدی جلدی  
نے لباس تبدیل کیا اور بیساکھیوں کے سہارے وہ بڑی تیزی سے نکلتی دی۔

تم نے اچھا کیا ہوٹل کی سروس کر لی ہے۔ اب تم کھل کر اپنا کام  
کرو۔ وہ ہوٹل ولے بھی ہماری نگاہوں میں مشکوک ہے اس کے  
کان اور کارکنوں پر گہری نظر رکھو۔

بہتر سر! عرفان نے اپنے سر کو قدرے خم دے کر کہا۔  
اس پھر لولا۔

جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے

نہیں سر!

چندراوتی کی شادی یہاں کے سب سے طاقتور پجاری سے

ہو سکتی ہے۔ تم جانتے ہو ساری لڑکیوں میں صرف دو ہی ایسی ہیں

ایک چندراوتی اور دوسری



جوزف اور صفدر کی مدد کرنے کے بعد ایکسٹ

جھٹانوں میں دوڑ تک گھستا چلا گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنا لباس تبدیل  
کیا اور عمران کے روپ میں وہ ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ عرفان بھی  
اس جگہ آیا جہاں اس نے اپنی بیساکھیاں رکھی تھیں۔ جلدی جلدی  
نے لباس تبدیل کیا اور بیساکھیوں کے سہارے وہ بڑی تیزی سے نکلتی دی۔  
مندر کی طرف بڑھا۔

جو نہی وہ مندر میں داخل ہوا۔ ایک شخص بھاگتا ہوا اس کی طرف  
آیا اور عرفان کا نشانہ پکڑتے ہوئے کہا۔

اچھا ہوا گراہم تم آگئے۔ باس تمہیں بلاتا تھا۔ میں تمہیں بلانے تھا۔  
طرف ہی جانے والا تھا۔

عرفان نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔

خیریت تو ہے!

میں کیا جانوں؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

مندر کی عمارت میں جانے کے بجائے عرفان نے رخ بدلا اور یہی ہے۔ تم جانتے ہو ساری لڑکیوں میں صرف دو ہی ایسی ہیں

ایک دوسری عمارت کی طرف بڑھا۔ مختلف راہداریوں میں سے ہوتا ہوا یہیں حسین ترین کہا جاسکتا ہے۔ ایک چندراوتی اور دوسری



مارسا جو تمہاری بیوی کا کردار ادا کر رہی ہے۔  
عرفان نے تھوک ننگلتے ہوئے کہا۔

جانتا ہوں سدا!  
باس پھر بولا۔

عرفان مڑا اور کمرے نکل گیا۔ عمارت سے باہر آکر جب  
وہ مندر کی طرف جا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے آگے تھوڑی  
سی دور چندراوتی بھی مندر کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ایک بے حد  
حسین لڑکی تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں، سنہری بال اور لچکیلے جسم والی وہ  
لڑکی اپنے اندر ایک کشش رکھتی تھی۔ اس کا نام ایشمن لڑکیوں جیسا  
تھا لیکن اس کی شکل و صورت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ایشمن نہیں  
ہے۔

عرفان نے اسے آواز دے کر پکارا۔

چندراوتی!

چندراوتی رک گئی۔ مڑ کر پیچھے دیکھا اور پھر وہیں کھڑے ہو کر  
عرفان کا انتظار کرنے لگی۔ عرفان نے غور سے اس کی طرف دیکھتے  
ہوئے پوچھا۔

سنا ہے آج تمہاری شادی ہو رہی ہے؟

چندراوتی اداس ہو گئی۔ رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس نے اپنی گردن  
جھکالی اور منہ سے کچھ کہے بغیر اس نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔  
عرفان نے پھر ٹھوکر لگائی۔

کیا تم اس شادی پر خوش نہیں ہو؟

چندراوتی نے اپنا سر ادا پر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر  
رہے تھے۔ اور بڑی دلگیر آواز میں اس نے کہا۔

تم ٹھیک کہتے ہو گراہم۔ یہ زبردستی کی شادی ہے۔ میں ان بھڑلوں  
کو قطعاً پسند نہیں کرتی۔ جنہیں پجاری اور مندر کا محافظ کہا جاتا ہے۔

آج پورن ماشی کی رات کو مندر میں مقدس روحوں کے  
رقص کے بعد چندراوتی کی شادی کی رسم ادا ہوگی۔ تم مندر سے جا  
مارسا کو یہاں مندر میں بھیج دو۔ اب وہ یہاں چندراوتی کی جگہ کام  
کرے گی۔ شادی کے بعد چندراوتی کو اس کے موجودہ فرائض  
فارغ کر دیا جائے گا۔

عرفان کا سر جھک گیا۔

میرے ساتھ کون کام کرے گا سدا!

فی الحال تمہارے ساتھ کوئی نہیں رہے گا۔ جو نہی کوئی نئی اور

مناسب لڑکی مندر میں آئی اسے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

لوگ اگر پوچھیں تمہاری بیوی کہاں گئی تو میں کیا جواب دوں گا؟  
کہہ دینا بھاگ گئی ہے۔ کیا تم نے اس کی عصمت کو داغدار تو نہیں  
نہیں باس! وہ پاک اور پوتر ہے۔

تو پھر جاؤ اسے یہاں بھیج دو

عرفان کھڑا ہو گیا۔

کیا مجھے اجازت ہے کہ میں مقدس روحوں کا رقص دیکھنے کے

جا کر اسے بھجواؤں

ہاں تم ایسا کر سکتے ہو۔ باس نے نرم لہجے میں کہا۔



عرفان نے اس کے لئے نیا انکشاف کیا۔

اگر میں یہ شادی رکوا دوں پھر؟

چونکتے ہوئے چندراوتی نے پوچھا

تم کیسے رکواؤ گے اچھے گراہم!

عرفان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

شادی نہیں رکواؤں گا۔۔۔ میں۔۔۔ چندراوتی نے اس

کی بات اچک لی

تم خود ہی تو کہہ رہے تھے شادی رکوا دوں گا

تم شادی ہو جانے دو؟

چندراوتی نے بے بسی سے کہا۔

ہو جانے دوں؟

ہاں۔ جب تمہارا وہ بن بالنس نما پجاری تمہارے پاس شب عروسی

منانے آئے گا تو میں اسے ختم کر دوں گا

چندراوتی چونک پڑی

یہ ناممکن ہے

کیوں؟

وہ اتنا طاقت ور ہے کہ انسان تو کیا کئی انسان بھی مل کر اس کا

مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عرفان نے غصے میں کہا۔

میرا نام گراہم ہے۔ میں کوئی غلط وعدہ نہیں کرتا۔ یہ تو ایک پجاری

ہے۔ ایسے ہزاروں آجائیں تو میں انہیں روٹی کی طرح قوم دوں گا۔

مگر تم تو اپنا بیج ہوا اچھے گراہم!

وقت آنے پر تمہیں بتاؤں گا کہ میں اپنا بیج ہونے کے باوجود

کیا کچھ کر سکتا ہوں۔ صرف یہ بتاؤ تمہاری شب عروسی کا بندوبست

کہاں کیا گیا ہے۔

میرے کمرے میں

کیا تمہارے پاس اپنے کمرے کی کوئی فالتو چابی ہے۔

ضرور ہے۔

تو پھر ایک مجھے دے دو۔ تم شادی کی رسم پڑے اطمینان سے

ادا کر کے اپنے کمرے میں چلی آنا۔ پھر دیکھتا میں اس جلاؤ کو تمہیں

ہاتھ ہی نہ لگانے دوں گا۔

چندراوتی نے اسے ایک چابی دکھاتے ہوئے کہا۔

یہ تو۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گی۔

عرفان نے چابی لے لی اور دونوں آگے پیچھے کچھ فاصلہ

رکھتے ہوئے مندر کی طرف بڑھنے لگے۔ مندر کے اندر کافی لوگ جمع

تھے۔ وہ دونوں بھی قریب قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ وہاں بالکونیوں

میں کھڑے سب لوگ نیچے تہ خانے میں گنیش دیوتا کے پتیل کے

بست کی طرف دیکھ رہے تھے جو کئی فیٹ اونچا تھا۔ وہ تہ خانہ جس کے

اندر گنیش دیوتا کا بست رکھا تھا۔ ایک بہت بڑا مربع نما ٹھہرا

جس کے اندر کئی دروازے تھے جو دوسرے تہ خانوں میں کھلتے تھے

اس کے اوپر چاروں طرف بالکونیاں تھیں جن میں کھڑے بے شمار

لوگ بست کی طرف اس انداز سے دیکھ رہے تھے جیسے اس



تہ خانے میں انجانی سری قوتوں کا ظہور ہونے والا ہو۔ عرفان نے دیکھا اس کے ساتھ کی بالکونی میں عمران کھڑا بڑی محویت سے بت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لوگ دھاکھٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ لوگ آپس میں باتیں کر کے فوٹو لے رہے تھے۔ دفعۃً ہی سب لوگ خاموش ہو گئے جیسے سناپ سونگھ گیا ہو یا ان کے جسموں سے روحیں نکال لی گئی۔ تاہم سب گوگ خاموش اور ہمہ تن گوش ہو گئے تھے کیونکہ در کے اندر مدھم مدھم اور سریے ساز بجنے لگے تھے۔ اس انداز سے گویا بہت دور ان گنت گھنٹیاں ایک ساتھ ترتیب اور سر کے ساتھ بجانی جا رہی ہوں۔

سب کے دیکھتے ہی دیکھتے تہ خانے میں بالکل گنیش دیوتا نے بت کے قریب ایک بہت بڑا سانپ دکھائی دیا۔ کسی نے بھی انہیں سے نہ دیکھا تھا۔ وہ اس طرح لوگوں کے سامنے آیا تھا جیسے پہلے سے ہی وہ وہاں ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنا چوڑا اور ستیناک بھن اٹھائے بت کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر حرکت کی اور پیچھے پیٹنے لگا۔

اجانک لوگ خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سانپ چند فٹ پیچھے ہٹ کر اجانک غائب ہو گیا۔ اور اس کی جگہ ایک بے حد خوبصورت، کامل اور نو عمر لڑکا اپنا ایک گھٹنہ جھکائے اور دونوں ہاتھ جوڑے بت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ نیم ہرے رنگ کی باریک جلی کا لباس پہنتے ہوئے تھی، جس میں سے اس کا حوالہ کنوارا اور سرخ جسم چھلکیاں دے رہا تھا۔

لوگ محو حیرت تھے۔

لڑکی آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مندر میں مدھم مدھم سروں میں بجنے والے ساز تیز ہو گئے۔ اور ان کی لے پر لڑکی اپنے جسم کو سانپ کی طرح بل دے کر رقص کرنے لگی تھی۔ وہ ایک پراسرار اور غیر مانوس سا رقص تھا۔ شاید اس لئے کہ سانپ اپنی جھون بدل کر لڑکی کے روپ میں آ گیا تھا۔ سروں کی لے پر وہ کامل لڑکی کافی دیر تک رقص کرتی رہی۔ پھر ساز آپ ہی آپ خاموش ہو گئے۔ اور لوگوں نے دیکھا اپنی جگہ پر کھڑی وہ حسین لڑکی اچانک ان کی نگاہوں سے وہ اوجھل ہو گئی تھی جیسے زمین بھٹ گئی ہو اور وہ اس میں سما گئی ہو یا۔ دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو چکی ہو۔ لوگ ابھی مجسمہ حیرت بنے کھڑے تھے کہ گنیش دیوتا کے بت سے ایک بھاری گھمیر آواز سنائی دی۔

اے آشیر باد کے متلاشی انسانو! تم لوگ خوش قسمت ہو جو آج کی رات تم سب نے پوتر روحوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اور آئندہ پورن ماشی کی رات کا انتظار کرو۔

لوگ اب باہر نکلنے لگے تھے۔ عرفان جب بالکونی سے باہر آیا تھا تو ایک طرف الگ تھلک چند راوتی کھڑی تھی۔ ہاتھ کی ذرا سی جنبش سے چند راوتی نے عرفان کو اپنی طرف بلایا اور وہ بیباکیاں ٹپکتا ہوا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور سرگوشی میں پوچھا۔

کہو؟

چند راوتی نے بھی سرگوشی کی۔



اب تم کہاں جاؤ گے؟

عرفان اپنا منہ اس کے قریب لے گیا

تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی جا کر تمہارے کمرے میں چھپ جاؤں گا۔  
تم سے کئے گئے وعدے کو ہر حالت میں نبھاؤں گا۔

چندراوتی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ایک پجاری بڑی تیزی سے  
کے پاس آئی اور چندراوتی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

اؤ تمہیں شادی کی رسم کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ پھر جو نہی اس  
پجاری نے عرفان کی طرف دیکھا مسکراتے ہوئے وہ پھر لولی

گراہم بھائی کیسے ہو؟

عرفان بھی مسکراتے لگا۔

ٹھیک ہوں

ہماری بہن مارسا کیسی ہے

خوش ہے۔

وہ پجاری چندراوتی کا ہاتھ تھامے اسے طرف لے گئی عرفان

جو نہی چند قدم دائیں جانب چلا عمران آہستہ آہستہ اس کے پاس سے

گزرا اور سرگوشی کی۔

میں مندر کے باہر درختوں کے جھنڈ میں کھڑا ہوں گا۔ اگر ضرورت

پڑے تو شک کر دینا۔ جوزف اور صفدر بھی یہیں ہوں گے۔ عمران تیزی

سے گزرتا ہوا مندر سے باہر نکل گیا۔ اور عرفان مندر کی سکوتی عمارت

کی طرف بڑھنے لگا۔



چندراوتی کے کمرے کا تالا عرفان نے کھولا اور

کمرے کا جائزہ لیا۔ شب عروسی کے سسے میں کمرے کو پوری طرح سجایا گیا

تھا۔ سامنے والی دیوار کے ساتھ ڈبل بیڈنگ تھی جو بڑی اچھی طرح

ڈیکوریٹ کی گئی تھی۔ اور دائیں ہاتھ کیڑوں کی الماری کے علاوہ قسم

قسم کا ضروری غیر ضروری سامان تھا۔ جن سے چندراوتی کی نقاست

طبع کا پتہ چلتا تھا۔ عرفان ایک بار کمرے میں گھوما۔ کیڑوں کی الماری

کھول کر دیکھی۔ ہر چیز کا بغور جائزہ لیا۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکلا۔

ایک گہری نگاہ ارد گرد ڈالی اور برآمدے میں نکل آیا۔

اپنے بیگ کے اندر سے عرفان نے سیاہ اور ہرے رنگ

کی بوتل کے ڈھکن جیسے آئے نکالے۔ ایک کالا ڈھکن نما آلہ جو اصل

میں وائس ریسور اور ایمپلیفائر تھا۔ برآمدے میں بجلی کے سوئچ بورڈ

پر لگا دیا۔ ہرے رنگ کے ڈھکنوں کی سوئیاں اس نے اپنی مخصوص

جگہوں پر فکس کیں اور انہیں برآمدے کے باہر کھڑے کھڑے

فاصلے پر نہ مین کے اندر دبا دیا۔ دوبارہ وہ کمرے میں آیا اور وہاں

پر بھی سوئچ بورڈ میں سیاہ رنگ کا وائس ریسور فٹ کرنے کے بعد



وہ اپنی بیساکھیوں سمیت کپڑے کی الماری میں گھس گیا۔ اور چندراوتی کے وہ کپڑے جو وہاں لٹک رہے تھے۔ اور جن سے جوان اور کنوارا مہک اٹھ رہی تھی ان کے پیچھے وہ چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک گھنٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ آخر کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور وہی بن مانس بچاری چندراوتی کو اپنے ساتھ لیٹائے کمرے میں داخل ہوا۔ چندراوتی دلہن بنی ہوئی تھی اور بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ بچاری نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور چندراوتی کے ساتھ آکر وہ پینگ پر بیٹھ گیا۔

جو نہی چندراوتی سے وہ اس قدر قریب ہونے لگا کہ دونوں کی سانسیں الجھ جاتیں۔ عرفان کپڑوں کی الماری سے باہر نکل آیا۔ اسے دیکھتے ہی بچاری زہریلے ناگ کی طرح فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

گراہم! تمہیں اس کمرے میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

چندراوتی بھی کھڑی ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر سکون اور خوشی کے آثار تھے۔ اپنی بیساکھیوں کے سہارے عرفان تھوڑا سا آگے بڑھا اور بچاری سے بھی زیادہ سخت لہجے میں بولا۔

تم نے چندراوتی سے شادی کرنے کی جرأت کیوں کی؟

بچاری غصے میں بل کھا گیا اور عرفان کی طرف بڑھا۔ ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ کیوں شادی کی۔ آج میں تیرے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ کر رکھ دوں گا۔

بچاری جب عرفان کی طرف بڑھا تو چندراوتی فکرمند ہو گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ عرفان نے بیساکھیوں کو ایک طرف پھینک دیا اور اپنی ٹانگوں پر تن کر کھڑا ہو گیا۔ بچاری نے حیرت سے پوچھا۔

تو کیا تم اپنا بیج نہیں ہو؟

عرفان چند قدم اور بچاری کی طرف بڑھا۔ ہرگز نہیں

بچاری اور زیادہ غصے میں پھنکارا

تو آج پھر میں تمہیں اپنا بیج کر دوں گا۔

دونوں ایک دوسرے کے گرد چکر لگانے لگے اور بار بار جوڑو کراٹے کا یوز بنا کر بدل رہے تھے۔ پھر — پھر بچاری دفعۃً ہی حملہ آور ہوا۔ عرفان کو پیٹا میں مگہ مارنے کا جھانسہ دے کر اس نے اپنے پاؤں کی شدید ضرب عرفان کی ٹھوڑی کے نیچے لگانا چاہی۔

عرفان دائیں ہاتھ کو جھکائی دے کر کتے سے بچ گیا اسی لمحہ بچاری نے اسے پاؤں کی ضرب کا نشانہ بنایا۔ عرفان پوری طرح مستعد تھا۔ اس نے ہوا کے اندر ہی اپنے دونوں ہاتھوں سے بچاری کی ٹانگ پکڑ لی۔ پھر بجلی کے کوندے کی طرح اس نے جارحانہ انداز میں کہا۔ اپنا دایاں ہاتھ ٹانگ سے اس نے علیحدہ کیا اور اسی لمحے کے بازو کو بچاری کی دونوں رانوں کے سنگم میں ڈال کر اس نے نیچے جھک کر زور لگایا اور بچاری کو اپنے سر سے اوپر



لہراتے ہوئے بڑی طرح فرش پر پٹخ دیا۔ چندراوتی اس کی اس  
جرات پر قدرے حیران اور زیادہ تر خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔  
عرفان شاید زیادہ وقت نتائج نہ کرنا چاہتا تھا۔ فرش  
پر پڑے ہوئے بھاری کواٹھنے کا موقع دیتے بغیر پھر اس نے اسے  
جالیا اور اس کے چہرے پر اپنے وزنی بوٹ کی ایک بھر پور ضرب  
لگائی۔ بھاری بھاری طرح کراہا اور سپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔  
پھر عرفان تو اب پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ وہ پھر آگے بڑھا اور لگاتار  
تین مکے بھاری کے پیٹ میں مارے۔ لگوں کی آواز چندراوتی  
کے کمرے میں یوں گونجی تھی۔ جیسے وزنی اور آہنی ہتھوڑے برسے  
ہوں۔

بھاری اپنے جسم سے انگریزی کا لاینا تا ہوا فرش کی طرف  
جھکتا جا رہا تھا۔ وہ اپنا پیٹ دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے  
تھا۔ اور سخت تکلیف کا اظہار کر رہا تھا۔ عرفان پھر حملہ آور ہوا۔  
اور اپنی دائیں ٹانگ خوب لہرا کر اپنے بوٹ کی ضرب پھر اس  
کے پیٹ میں لگائی۔ بھاری بھاری طرح بلبلاتا تھا اور بے سدھ سا  
ہو کر فرش پر گر گیا تھا۔

عرفان نے اپنے لباس کے اندر سے تانے کی تار  
نکالی اسے بھاری کی گردن کے گرد لپیٹ کر جب اس نے کھینچا تو  
بھاری دم توڑ گیا۔ عرفان نے تار اس کی گردن سے علیحدہ کی اور  
جب وہ اسے لپیٹ کر اپنے بیگ میں ڈال رہا تھا چندراوتی مسکراتی  
اور بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بڑی طرح عرفان سے پیٹتے ہوئے

س نے کہا۔  
پیارے گراہم! تم بہت بہادر اور طاقت ور ہو۔ میں سمجھتی تھی  
یہ بھاری ناقابل تسخیر ہے اور کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔  
لیکن تم نے ایک منٹ میں اسے ختم کر دیا۔  
عرفان نے چندراوتی کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا  
تمہیں اپنے شوہر کے مرنے کا افسوس تو نہیں؟  
چندراوتی نے بھاری سے کہا۔

نہیں نے اسے اپنا شوہر سلیم ہی نہ کیا تھا۔ صرت پروہت کے آگے  
میں مجبور تھی۔ اسی کے حکم سے یہ شادی ہوئی۔ اس کے مرنے پر مطمئن  
اور تم جیسے ساتھی کے مل جانے پر بے حد خوش ہوں۔

عرفان اپنے مطلب کی طرف آیا

میرے ساتھ ایک معاہدہ کرتی ہو؟

چندراوتی نے بڑے پیار سے عرفان کی آنکھوں میں آنکھیں  
ڈالتے ہوئے کہا۔

کیسا معاہدہ؟

تم مجھے ہر روز سارے مندر کی ساری خبریں مہیا کرتی رہو گی۔  
چندراوتی نے حیرت سے پوچھا

وہ کیوں؟

عرفان اس سے علیحدہ ہو کر مجھے پیٹ گیا

اگر تم نہیں چاہتی ہو تو نہ سہی

چندراوتی نے پھر آگے بڑھ کر عرفان کے ہاتھ تھام لئے



تم تو یوں ہی مخفا ہوتے ہو۔ پہلے تو بتاؤ کیسی خبریں۔ میں تمہاری  
خوشی کی خاطر اپنی جان تک بھی دے سکتی ہوں۔  
عرفان نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ سہلاتے  
ہوئے کہا۔

تو پھر سنو! سمندر کے اس کنارے جب بھی کوئی بحری جہاز آ کر لشکر انداز  
ہو اور مندر سے کوئی چیز لے جانا چاہے تم فوراً مجھے اطلاع کر دینا۔  
اس کے علاوہ بھی مندر کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو تم  
مجھے خبر کر دینا۔

میں تمہیں مل کہاں سکتی ہوں  
تم مجھے مون ریز ہو مل میں جب چاہو مل سکتی ہو۔ اگر میں کبھی وہاں نہ  
ہوں تو یہی اطلاع تم مارسا کو کر سکتی ہو۔  
چندراوتی نے پللیکس سرگوشی کی  
تم ایسا کیوں چاہتے ہو

بس ایک راز سمجھو  
مجھ سے بھی نہ کہو گے  
مناسب وقت پر سب کچھ کہہ دوں گا  
چندراوتی نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے عرفان کی طرف  
دیکھتے ہوئے پوچھا

میں جانتی ہوں یہ ایک خطرناک کام ہے۔ تمہیں یہاں کی اطلاع مہیا کر کے  
کرتے اگر میں خود پکڑی گئی تو پھر کیا ہو گا  
تم میری طاقت کا اندازہ لگا چکی ہو نا؟

نکل لگا چکی ہوں۔  
تو پھر اطمینان رکھو۔ میرے ساتھ کام کرتے کرتے اگر تم کبھی موت  
کے منہ میں بھی چلی گئیں۔ تو میں تمہیں بچا لوں گا۔  
چندراوتی کے چہرے پر گہرا سکون اور خوشی تھی۔  
بس میں تم سے یہی سننا چاہتی تھی۔ اب تم جو بھی کہو گے میں کر گزروں گی۔  
اب ایسا کام کرتے ہوئے مجھے ڈھارس ہوگی کہ کوئی میرا ساتھ ہی ہے جو ہر  
دکھ میں میری تسلی اور اطمینان کا باعث ہو گا۔

عرفان پھر لولا

ایک بات اور بتاؤ؟

پوچھو

کیا سمندر کے کنارے کی چٹانوں کے اندر کوئی ایسا راستہ ہے جو اس  
مندر کے تہ خانوں کی طرف جاتا ہو  
ایک سرنگ نما راستہ ہے۔ لیکن وہ بیحد خطرناک ہے۔ اس کے اندر  
بن مانس ہیں جو اس راستے کی حفاظت کرتے ہیں۔  
مندر کے تہ خانوں میں کیا ہے؟  
چندراوتی نے حیرت سے پوچھا  
تمہیں پتہ نہیں؟

نہیں  
میں تو سمجھتی تھی تم ہر چیز کی خبر رکھتے ہو گے  
مجھے کچھ علم نہیں

مندر کے تہ خانوں میں بحری جہازوں سے لوٹا ہوا مال



رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نیچے چار سوہے کے مضبوط پنجرے  
ہیں جن کے اندر نرمادہ بن مانس بند ہیں۔ یہاں مندر کے اندر دنیا  
کی حسین ترین لڑکیوں کو اغوا کر کے بچا رہا جاتا ہے اور حبیب  
ان کی شادیاں بچارلوں سے کرنے کے بعد نیچے پیدا ہوتے ہیں تو ان  
بچوں کو ان بن مانسوں کے اندر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہی ان بچوں  
کی پرورش کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رہتے ہوئے وہ بچے بھی  
جوان ہو کر بن مانسوں جیسے ہو جاتے ہیں۔ ان بچوں کے نام نہیں رکھے  
جاتے بلکہ ان کے نمبر ہوتے ہیں اور ان ہی نمبروں سے انہیں پکارا  
جاتا ہے۔ جب یہ بچے جوان ہوتے ہیں تو انہیں مندر اور اس سے  
ملحقہ سمندری ساحل کی حفاظت پر مامور کیا جاتا ہے۔

جن تہ خانوں میں بن مانسوں کے ساتھ یہ بچے پرورش  
پاتے ہیں ان تہ خانوں کی چھتوں میں سوراخ ہیں جن کے ذریعے کچا اور  
تازہ گوشت پھینکا جاتا ہے اور اس گوشت پر یہ بچے درندوں کی  
طرح پلتے ہیں اور ان کے اطوار بھی درندوں جیسے ہو جاتے ہیں اور  
اور وہ ان درندوں کی طرح خونخوار اور طاقت ہوتے ہیں۔

ان بچارلوں کے متعلق یہاں کے علمہ نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ  
اس مندر کی حفاظت کے لئے آکاش سے آتے ہیں اور اپنا مشن  
پورا کر کے خود ہی کہیں چلے جاتے ہیں۔ لوگوں کا بھی خیال ہے کہ  
یہ روحیں ہیں جو بھگوان کی طرف سے مندر کی حفاظت پر مامور  
ہوتی ہیں۔

تمہارا تعلق کس ملک سے ہے ؟

چندراوتی اداس ہو گئی اور کبھی ہوئی سی آواز میں کہا  
مجھے ان لوگوں نے بچپن ہی میں اغوا کر لیا تھا اور یہاں لے  
آئے تھے۔ مجھے کچھ خبر نہیں میرا گھر کہاں ہے۔ بہر حال میرا تعلق کسی  
یورپی ملک سے ہے۔ اس بچاری کی لاش کا کیا کرو گے اور مجھ سے  
اگر کسی نے پوچھا تو میں کیا جواب دوں گی

میں لاش کو اکٹھا کر ابھی کھڑکی سے باہر پھینک دیتا  
ہوں۔ اس کے بعد تم پوری قوت سے چیخنا شروع کر دینا۔ جب  
لوگ جمع ہو جائیں اور تم سے وجہ پوچھیں تو کہنا کہ کمرے میں کوئی کفن  
پوش چیز آئی تھی جسے بدرود ہی کہا جاسکتا ہے۔ اس نے بچاری  
کو مار کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا ہے۔ ٹھیک ہے نا

چندراوتی سوچوں میں کھو گئی

ہے تو ٹھیک۔ بروہ اس بات پر اعتبار کر لیں گے ؟

تم فکر نہ کرو۔ میں نے بھی ایک چکر چلایا ہوا ہے۔ میں باہر ہی  
ہوں گا۔ مگر میری آواز اس کمرے میں گونجتی رہے گی۔ اور انہیں  
یقین کرنا ہوگا

چندراوتی رضا مند ہو گئی

جس طرح بھی تم کہتے ہو۔ مجھے منظور ہے۔

عزبان نے لاش کو اکٹھا کیا اور خوب زور سے اسے کھڑکی

کے راستے دُور پھینک دیا۔ پھر اس نے بیباکیاں سنبھالیں اور  
باہر نکل گیا۔ درختوں کے ایک جھنڈ کے پس منظر میں وہ ایک چھاڑی  
کا آڑ لے کر بیٹھ گیا۔ جیب سے دو ڈھکن نما آلے نکالے۔ ایک



اس نے کان پر چڑھا لیا اور دوسرا منہ کے سامنے رکھتے ہوئے وہ بولا۔

چندراوتی اب شور کرنا چھینا شروع کر دو یہی آواز اس آئے کے ذریعے چندراوتی کے کمرے میں گونجی جسے عرفان نے کمرے کے سوچ بورڈ پر لگا یا تھا۔ چندراوتی عرفان کی آواز سن کر پریشان تو ہوئی۔ بہر حال اس نے اپنی پوری قوت سے چھیننا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے انہوں نے چندراوتی سے کئی بار کچھ پوچھنا بھی چاہا پر وہ برابر چپختی اور روتی رہی۔ اتنی دیر تک مندر کا پرومٹ بھی وہاں آگیا۔ اس نے تسلی دے کر چندراوتی کو چپ کرایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پورا کمرہ اور سامنے کا برآمدہ لوگوں سے کھپا کھچ بھر گیا تھا۔ پرومٹ نے بڑی شفقت کے ساتھ چندراوتی سے پوچھا۔

تمہارا شوہر کہاں ہے؟

منہ بسورتے ہوئے چندراوتی نے جواب دیا۔

شادی کی رسم کے بعد جب ہم دونوں کمرے میں آئے تو کوئی کفن پوش روح کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے میرے شوہر کو ختم کر کے لاش وہ سامنے والی کھڑکی سے باہر پھینک دی ہے۔ لوگوں نے کھڑکی کے راستے وہاں دیکھا، واقعی لاش بڑی تھی۔ پرومٹ نے بڑی بے چینی اور غیر یقینی سی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں اسے مانتے کو تیار نہیں۔

چندراوتی کے جواب دینے سے قبل ہی عرفان کی آواز کمرے میں گونجی۔ کیوں ممکن نہیں تم میں سے جس نے بھی مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی میں اسے ختم کر دوں گا۔ میں چندراوتی سے محبت کرتا ہوں دوبارہ اس کی شادی اگر کسی کے ساتھ کرانے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے میں تمہیں ختم کر دوں گا۔ چندراوتی اس مندر میں میری امانت ہے۔ جس نے بھی اس سے زیادتی کی اسے میں اس پجاری کی طرح ذبح کر دوں گا۔

لوگ اس آواز پر حیرت زدہ ہو گئے تھے اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے تھے۔ عرفان کی پھر بھیانک آواز آئی۔ سب چلے جاؤ یہاں سے

لوگ پھر بھی جب وہاں کھڑے رہے تو سونج بورڈ میں لگا ہوا وہ آلہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور آگ کے خوفناک شعلے بلند ہوئے سب لوگ باہر بھاگے۔ ان میں پرومٹ اور چندراوتی بھی تھے سب برآمدے میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اس بار برآمدے کے سوچ بورڈ سے عرفان کی آواز آئی۔

چندراوتی تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ

چندراوتی چپ چاپ سر جھکائے کمرے میں چلی گئی۔

عرفان کی آواز پھر سنائی دی

تم لوگوں نے سنا نہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور عمارت کے اس حصے کو خالی کر دو

اس کے ساتھ ہی سونج بورڈ پر لگا ہوا وہ آلہ بھی پھٹ گیا۔ پھر



حبیب نسوانی چیتج بلند ہوئی۔ کچھ اس قسم کی آواز جیسے کسی مرنے والے آدمی پر بھڑکتے بھیا نک آوازوں میں رواٹھے ہوں۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے قبرستان میں ایک بہت حسین لڑکی نمودار ہوئی اور ہوا کے اندر تیرتی اور ہلکے ہلکے مسرت افزا قہقہے لگاتی ہوئی وہ سمندر کی طرف بڑھی۔

عمران، عرفان، جوزف اور صفدر اس کے تعاقب میں بھاگے لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نازک اندام اور کول لڑکی سمندر میں اتر کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اور وہ سمندر کنارے کی چٹان پر کھڑے بڑی مایوسی سے اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔



چند راوتی جھجکتی ہوئی مون ریزہ ہوٹل میں داخل

ہوئی تھی۔ اس وقت وہ بچانوں کے لباس میں نہ تھی۔ بلکہ تیلون اور ریشم میں تھی۔ اور بے حد خوبصورت اور پرکشش لگ رہی تھی۔ ڈائٹنگ روم کے وسط میں بیروں کا لباس پہنے کندھوں پر صاف رکھے اور ہاتھ میں سٹین لیس سیل کی ٹرے پکڑے عمران کھڑا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ استقبال میں جولیا اور ایڈنا

یکے بعد دیگرے برآمدے کے سامنے زمین میں دبائے ہوئے لم بھی گئے۔ لوگوں میں افراتفری پھیل گئی اور جدھر کسی کا منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا عرفان بھی جھاڑیوں سے نکلا اور اپنی بیسیا کھیاں شیکتا ہوا میں جا ملا۔ پھر گیٹ کے راستے وہ مندر سے باہر نکل کر درختوں کے جھنڈ میں کھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سامنے عمران، جوزف اور صفدر کھڑے تھے۔ وہ تینوں اس کی طرف بڑھے۔ عمران نے بڑی بیتا سے پوچھا۔

کیا بنا؟

عرفان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اب ہم کو سمندر کے کنارے اس جہاز کے لئے پرہ دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ چند راوتی کو پوری طرح میں اپنے ساتھ ملا لیا ہے اب مندر کی ہر خبر مجھے پہنچاتی رہے گی عمران نے پھر پوچھا

اور کچھ

پر دست نے کہا ہے مارسا کو واپس مندر میں بھیج دو

کیوں؟

کہتا تھا چند راوتی کی شادی کے بعد مارسا مندر میں چند راوتی کے فرائض سنبھالے گی

کب تک بھیجنے کو کہا ہے اس نے

آج رات ہی عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لمحہ قبرستان سے ایک



کے پاس بیٹھا ہوا عرفان بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

عمران بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور چندراوتی سے قریب ہوتے ہوئے بڑی شستہ انگلش میں پوچھا۔

کس سے ملیں گی

چندراوتی نے چند لمحے عمران کو غور سے دیکھا پھر سرگوشی کے انداز میں کہا

مجھے گراہم سے ملنا ہے

عمران اس کے آگے آگے چل پڑا

اؤ میرے ساتھ

عمران اسے لے کر استقبالیہ میں داخل ہوا۔ عرفان کھڑا ہو گیا اور مسکراتے لگا۔ چندراوتی نے کھاگ کر عرفان سے لپٹ جانا چاہا پر عمران، جولیا اور ایڈنا کی موجودگی میں وہ ایسا نہ کر سکی تھی۔ تاہم وہ تیزی سے آگے بڑھی تھی اور عرفان کے دونوں ہاتھ بڑے سیار سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا

کیسے ہو پیارے گراہم!

عمران مسکراتے ہاتھ کھٹک ہوں

چندراوتی نے جس بے باکی سے عرفان کے دونوں ہاتھ تھام رکھے تھے اور اس سے پیار کا اظہار کر رہی تھی اس پر ایڈنا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں اور وہ غصے میں ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

اور جولیا اس کی حالت پر مسکراتی ہی تھی۔

عرفان سنجیدہ ہو گیا اور چندراوتی سے پوچھا میرے لئے کوئی خبر ہے؟

چندراوتی نے عرفان کو دروازے کی طرف کھینچا

میرے ساتھ باہر آؤ۔ میں تمہارے لئے ایک بیکراہم خیر لائی ہوں عرفان نے اسے وہیں روک لیا

یہیں کہہ دو

چندراوتی پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی

عرفان نے اسے تسلی دی

ان میں ایک ماسا ہے اور دوسرے دونوں میرے ساتھ ہیں۔ اور میری طرح قابل اعتماد ہیں۔ تم نے جو کچھ کہتا ہے کہہ دو۔ اس کے ساتھ ہی عرفان نے اس سے پکڑ کر جولیا کے ساتھ بٹھاتے ہوئے پوچھا کیا خبر ہے

چندراوتی نے اپنے سرخ اور تراشیدہ ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنا شروع کیا۔

باس نے تمہیں ماسا کو واپس مندر بھیجنے کو کہا تھا۔ لیکن دو دن گزرنے کے باوجود بھی تم نے ماسا کو مندر نہیں بھیجا۔ باس کے آرڈر پر کچھ لوگ آج ہوٹل میں آئیں گے اور ماسا کو زبردستی اٹھا کر لے جائیں گے۔ بس میں یہی کہنے آئی ہوں۔

میں تمہاری اس اطلاع کا شکور ہوں۔

عمران پہلی بار مخاطب ہوا



کتنے بچے آئیں گے وہ مارسا کو لینے

شاید دس بچے کے قریب آئیں

عمران نے جولی سے کہا

جولی! چندراوتی کے لئے کوک اور ساتھ کچھ کھانے کو بھی منگواؤ۔

چندراوتی فوراً بول پڑی اور کھڑی ہو گئی

آپ کا شکریہ! مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے

عمران نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا۔ اتنی دیر تک جولی فون پر آرڈر

دے چکی تھی۔ اس دوران عمران نے چندراوتی سے پوچھا

یہ ایسا لباس تم کیسے پہن آئی ہو

چندراوتی نے شرماتے ہوئے کہا

میں سیدھی مندر سے نہیں آرہی۔ شہر میں میری ایک دوست ہے

پہلے اس کے ہاں گئی تھی وہاں لباس تبدیل کیا پھر یہاں آئی۔

اتنے میں ایک بیرا اندر آیا اور چندراوتی کے سامنے کوک

اور پلیٹ نہ کھ دی جس میں بیٹیر اور بسکٹ تھے۔ چندراوتی آہستہ

آہستہ سہل کرنے لگی اور ابھی کبھی اپنی خوبصورت آنکھیں گھما کر عمران

کو بھی دیکھ لیتی اور سہل کر رہ جاتی

کوک ختم کر کے وہ کھڑی ہو گئی

میں اب چلتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف ہلکی

عمران بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

حیلوا

دونوں باہر نکل گئے۔ عمران پہلے کی طرح اپنے کام میں

لگ گیا۔ عمران چندراوتی کو لے کر ہوٹل سے باہر آیا۔ مٹرک پر آ کر

اس نے ایک ٹیکسی روکی اور چندراوتی کو بیٹھنے کے لئے کہا اس نے

عمران پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی اور حیب وہ دروازہ کھول کر سیٹ

پر بیٹھی عمران نے حیب سے سچا س ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھائے

چندراوتی فوراً بول پڑی

ان کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس پیسے ہیں

عمران نے ڈالر اس کی گود میں پھینک دیئے۔

رکھ لو۔ تمہارے کام آئیں گے۔ ٹیکسی چل دی اور عمران ہوٹل کی طرف

لوٹ گیا

عمران جب ہوٹل میں داخل ہوا تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے

عمران نے آنکھ کے اشارے سے اسے اپنے پیچھے آنے کو کہا۔ کیونکہ

اس وقت ڈائننگ ہال گاہکوں سے بھرا ہوا تھا۔ عمران اس کے

پیچھے پیچھے ہولیا۔

دونوں آگے پیچھے استقبالیہ کے پچھلے کمرے میں داخل ہوئے

اور ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ عمران نے صوفے کے کچھ سوچا پھر وہ

عمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

جو لوگ مارسا کو لینے آئیں گے ان سے یہاں الجھنا اچھا نہیں۔

دس بچے سے کچھ دیر پہلے تم سمندر کی طرف چلے جانا۔ اور حیب وہ یہاں

تمہارا پوچھنے آئیں گے تو میں کہوں گا کہ گراہم اس وقت سمندر کی طرف

گیا ہے۔

یقیناً وہ بھی سمندر کی طرف جائیں گے۔ ایسی صورت میں



پچھلے کمرے میں چل کر اپنا میک اپ صاف کرو میں تھوڑی  
دیر تک آتا ہوں اور تمہارا دوسرا چہرہ بناتا ہوں۔ ایڈنا چپ چاپ  
پچھلے کمرے کی طرف چلی گئی۔

عمران نے اپنی انگلی دہری کر کے جولیا کے سر پر ٹھوکانگاتے  
ہوئے کہا  
دیکھا کس خاموشی سے ایڈنا عرفان کی بات مانتی ہے۔ ایک تم ہو  
جو مجھ پر یوں چڑھ دوڑتی ہو جس طرح بچوں والی مرغی ٹھونگ مارنے  
کو دوڑتی ہے۔

جولیا نے اپنے سامنے رکھا ہوا پیروٹ اٹھاتے ہوئے کہا  
دماغ تو ٹھیک ہے نا؟

منہ لبورتے ہوئے عمران نے روہانسی آواز میں کہا  
دماغ تم نے کہاں ٹھیک رہنے دیا ہے کبھی کسی کو گھاس ڈالتی ہو اور  
کبھی دوسرے کے سامنے جو پھینکتی ہو۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں تمہاری  
متلون مزاجی سے

جولیا جو اندر سے مسکرا رہی تھی طاہری سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے بولی  
مار بیٹھوں گی

عمران جلاسنے لگا

مارو۔ مارو مجھے نہ کھتی گائے کی طرح۔ میں بھی تجھے بھونک مار کر اڑا  
دوں گا۔ سن اسے کھنورا صفت خاتون! کل تم تنویر کے ساتھ ہوائی  
اڈے پر گھومنے کیوں گئی؟

کاؤنٹر پر کھڑا تنویر استقبالیہ میں عمران اور جولیا کی

جوزف اور صفدر کے ساتھ میں بھی ان کے تعاقب میں لگ جاؤں گا۔  
اور چارول سمندر کے کنارے ان سے نمٹ لیں گے۔

عرفان نے اس کی تائید کی  
آپ کا پلان درست ہے۔ ہوٹل میں ان سے ٹکرانا اچھا نہیں۔ اس طرح  
وہ براہ راست ہوٹل کو اپنی کاروائیوں کا نشانہ بنائیں گے۔ سمندر کا کنارہ  
ان کے لئے یقیناً بہترین قبرستان ثابت ہوگا۔  
عمران نے عرفان کی بات کاٹی  
ایک بات اور بھی ہے

کہیے

ایڈنا سے کہہ دو اب وہ مارسا کا میک اپ اتار دے اور  
دس بجے سے پہلے پہلے تم خود اس کا دوسرا میک اپ کر دو جو قدرے  
جولی سے ملتا ہو تاکہ ہوٹل میں جولیا کی چھوٹی بہن کی حیثیت سے اس  
کے ساتھ استقبالیہ پر کام کرتی رہے۔  
یہ بھی ٹھیک ہے۔

دونوں اٹھ کر استقبالیہ میں آئے۔ جہاں جولیا اور ایڈنا آئیں  
میں باتیں کر رہی تھیں۔ عرفان نے آکر ایڈنا کا کان پکڑ کر اوپر اٹھاتے  
ہوئے کہا۔

اٹھو

ایڈنا اس کی اس بلیا کی پر قدرے بدحواس سی ہو گئی اور اپنا  
لباس درست کرتے ہوئے دھیمی مگر کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
کیا ہے؟



طرف کچھ اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے — جیسے مہجہ کا لومڑ شیر کو اپنا شکار کھاتے ہوئے بے بسی اور مجبوری سے دیکھتا ہے۔  
جولیا تن کر کھڑی ہو گئی اور تیز آواز میں پوچھا

کون کہتا ہے میں تنویر کے گھومنے لگتی تھی  
عمران نے عرفان کو بیچ میں گھسیٹ لیا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

مجھے عرفان نے بتایا تھا

جولیا عرفان کی طرف مڑی  
عرفان بھائی اکب دیکھا آپ نے مجھے تنویر کے ساتھ؟

عرفان نے مسکین ملی بن کر کہا

تنویر ہی مجھے کہہ رہا تھا

جولیا نے زور سے زمین پر پاؤں مارا

وہ بکواس کرتا ہے

عمران نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا

اللہ کرے تمہارے کاغذوں میں وہ ہمیشہ بکواس ہی کرتا رہے

جولیا ہنس دینے والی تھی مگر ضبط کر گئی۔ اور پھر اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے رسیور اٹھایا اور مترنم آواز میں بولی۔

ہیلو امون ریز ہوٹل!

جی ہے۔ اس نے رسیور عرفان کی طرف بڑھا دیا۔ آپ کا فون ہے

عرفان نے رسیور سنبھالتے ہوئے کہا

ہیلو!

دوسری طرف سے مندر کے پرومیت کی بھاری آواز سنائی دی  
گراہم ہے؟

ایس سر!

مارسا کہاں ہے۔ بے وقوف! تم نے کیوں ابھی تک اسے مندر نہیں بھیجا۔ میں نے ہوٹل میں اپنے آدمی بھیج دیئے ہیں جو تم دونوں کو اٹھا کر لائیں گے۔

کانپتی ہوئی آواز میں عرفان نے کہا

مارسا کو تو میں نے اسی روز ہی مندر بھیجوا یا تھا سر!

پرومیت غصے میں چخا!

مگر وہ یہاں تو نہیں پہنچی!

پھر وہ کھاگ گئی ہوگی سر! کیونکہ اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا

تھا کہ وہ مندر میں واپس نہ جانا چاہتی تھی

پرومیت زور سے دھاڑا

کہاں کھاگ گئی؟

عرفان بالکل ہی عاجز بن گیا

آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں

پرومیت نے وانت پیستے ہوئے کہا

تمہیں بھی اب فکس کرنا پڑے گا

پرومیت نے رسیور پیچ دیا تھا۔ عرفان نے بھی فون بند



کر دیا۔ عمران نے مطمئن انداز میں کہا  
تم نے ٹھیک جواب دیا۔ بہر حال اب تیار رہو۔ وہ اپنے آدمی  
ضرور بھیجواتے گا۔ جلدی جلدی جا کر ایڈنا کامیک اپ کرو۔  
عرفان جا کر ایڈنا کامیک اپ کرنے لگا اور عمران ڈائٹنگ روم میں  
آکر اپنے کام میں لگ گیا۔



جولیا نے بڑی شائستگی سے کہا  
وہ تو اپنے معمول کے مطابق دعا مانگنے ساحل سمندر کی طرف گیا ہے  
کیا مارسا بھی اس کے ساتھ ہے؟  
نہیں وہ یہاں سے جا چکی ہے  
اس نے چونک کر پوچھا  
کہاں جا چکی ہے

گراہم نے اسے مندر واپس بھیجا تھا۔ پر سنا ہے وہ مندر  
میں نہیں گئی۔ گراہم آج خیال ظاہر کر رہا تھا کہ شاید مارسا کہیں بھاگ  
گئی ہے۔ کیونکہ وہ مندر جانے پر رونا مندہ تھی  
وہ غصے میں زیادہ تلخ ہو کر دھاڑا  
اگر یہ جھوٹ ہوا تو پھر

جولیا جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ان اجنبیوں کے  
پیچھے سے ایک گھبراہٹ مچا دیتی ہوئی آواز آئی  
اس کے جھوٹ اور سچ ہونے سے ہمیں کوئی تعلق نہیں  
مارسا اس ہوٹل میں ملازم تھی۔ اگر وہ کہیں بھاگ گئی ہے تو ہم اس کے  
ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ ہوٹل کی انتظامیہ اپنے ملازموں کے ذاتی کاموں  
میں دخل انداز نہیں کرتی۔ ان سب نے جب مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو  
جوزف بڑے وقار کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ان سے مخاطب تھا۔  
اس سے چند ہی قدم دور عمران کھڑا انہیں ایسی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا  
جیسے جنگل کا کوئی درندہ اپنے شکار کی طرف تہر آلود نگاہوں سے  
دیکھتا ہے۔

دشہر کے ٹاور ہاؤس نے جب رات کے دروازے  
بجائے چھ غیر ملکی سٹے کٹے آدمی مون ریز ہوٹل میں داخل ہوئے۔  
ڈائٹنگ ہال میں ایک میز کو صاف کرتے ہوئے عمران انہیں بڑی گہری  
نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ استقبالیہ پر بیٹھی جولیا اور ایڈنا چونکی ہوئی  
گئی تھیں۔ کاؤنٹر پر بیٹھے جوزف اور تنویر اینیجر کے کمرے میں بیٹھا صفدر  
اور گلنگ روم میں مصروف خاور بھی ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔  
وہ سب استقبالیہ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے  
ایک آگے بڑھا۔ جولیا اور ایڈنا کے قریب ہو کر رکا۔ پھر قدرے سخت  
آواز میں پوچھا  
مجھے گراہم سے ملنا ہے۔



ہو گئے تھے۔ اپنے پستول انہوں نے نکال لئے تھے۔ اور  
پسٹول سے ٹھٹھکا کر دیکھا کہ بعد ان کا رخ عرفان کو گھیرنے والوں  
کی طرف تھا۔ وہ چونکے ہوئے تھے۔

عرفان اپنی بیساکھیوں کے سہارے چند قدم آگے بڑھا  
قدرے تلخ اور چنگھاڑتی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا  
کون ہو تم؟ اور مجھے کیوں گھیر رہے ہو؟

ان میں سے ایک عرفان کے سامنے آتے ہوئے بولا۔  
جان نہ ہو گراہم! تم سب کچھ جانتے ہو ہمیں پہچاننے کی کوشش کرو۔  
میں پروہت نے بھیجا ہے۔ بتاؤ مار سا کہاں ہے۔

عرفان نے اس بار بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا  
کچھ علم نہیں میں نے اسے اسی روز ہی مندر بھیج دیا تھا جس روز  
ہست کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا

وہ ہاتھی کی طرح چنگھاڑ گیا  
ہوٹ ہے۔ بکو اس ہے۔ تم نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ کیونکہ  
میں سے محبت کرتے گئے تھے۔ پر یاد رکھو وہ مندر کی پجاری ہے  
اسے ہر حال میں مندر میں آنا ہوگا۔ بتاؤ وہ کہاں ہے اس وقت  
پر یاد رکھو مار مار کر چڑی ادھیڑ دیں گے تمہاری۔

عرفان چند قدم اور آگے بڑھا۔ بیساکھیوں کو اپنی بغلوں  
اچھی طرح درست کیا پھر وہ بھوکے درندے کی طرح دھاڑا۔  
ہوش میں رہو۔ تم گراہم سے مخاطب ہو۔ اور گراہم ایسی فضول  
تلخ باتیں سننے کا عادی نہیں۔

جو آدمی جویا سے مخاطب ہوا تھا۔ استقبالیہ سے کچھ  
بٹھا۔ وہ کسے ہوئے دوسرے جسم کا مالک تھا اور خوب تنومند تھا۔  
قدم پیچھے ہٹ کر وہ جوزف کے سامنے آکھڑا ہوا اور اپنی بھیڑ باناٹکھی  
جوزف کے چہرے پر گاڑتے ہوئے پوچھا  
تم کون ہو؟

جوزف کی آواز میں بھی درندگی سی آگئی تھی  
میں اس ہوٹل کا ایک کارکن ہوں۔ تم اگر مار سا کے متعلق کچھ جاننا چاہتے  
ہو تو وہ گراہم ہی تمہیں بتا سکتا ہے۔ جاؤ وہ اس وقت ساحل سمندر  
پر ہوگا۔ تم وہیں جا کر اس سے بات کر لو۔

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب واپس مڑے  
اور ہوٹل سے نکل گئے۔

عمران اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک کمرے میں گیا۔ جلدی جلدی  
لباس بدل کر باہر آیا۔ آنکھ سے جوزف کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں  
بھی ہوٹل سے نکلے اور ان کے تعاقب میں لگ گئے۔ صرف چند سیکنڈ  
بعد پنجر کے کمرے سے صفدر نکلا۔ ایک بار ہوٹل کا جائزہ لیا۔ پھر وہ  
بھی عمارت سے باہر نکلا اور ان کے تعاقب میں چل نکلا۔

عرفان سمندر کے کنارے دعا مانگنے کے بعد جونہی سمجھے  
مڑا۔ اس نے دیکھا چھ وحشی سے انسان اس کے سامنے کھڑے تھے  
عرفان وہیں جمار ہا اور غور سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ  
حرکت میں آئے اور عرفان کے ارد گرد پھیل گئے۔ اسی لمحہ عمران،  
جوزف اور صفدر بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ ایک چٹان کی اوٹ



ان میں سے ایک نے جو چند قدم آگے بڑھا کھٹا۔ ایک  
طویل تہقیر لگایا۔ پھر اس نے طنزاً کھاٹ کھانے والی آواز میں  
کہا۔

تم؟ تم اپنا بچ اور لنگڑے ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ آج ہم تمہیں  
اٹھا کر پروہت کے پاس لے کر چلیں گے  
عرفان اور زیادہ تلخ ہو گیا اور بولا  
تم صرف چھ ہو۔ چھ اور آ جاؤ۔ پھر بھی مجھے اٹھا کر نہ لے جاسکو  
واپس لوٹ جاؤ۔ میں خود ہی پروہت کے پاس چلا جاؤں گا۔ اگر تم  
نے عند سے کام لیا تو سب نقصان اٹھاؤ گے

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے  
وہ آگے بڑھنا شروع ہوئے اور عرفان کے گرد دائرہ تنگ کرنے  
لگے عرفان نے بغلوں کے نیچے اپنی بیسیا کھیوں کپڑھیلایا۔ اور عرفان نے جو نہی اس سیاہ پتھر کو زور سے اندر کی طرف دیا۔  
بیسیا کھیوں پر جس جگہ اس کے ہاتھ تھے وہاں اس نے دونوں بیسیا کھیوں کے اندر کا حصہ پھٹ گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی گزر گاہ  
پر لگے ہوئے چھوٹے سے لوہے کے ہینڈلوں کو ایک جھٹکے کے ساتھ لٹکی تھی۔

عرفان پھر بولا۔

دوسرے پاؤں پر وہ تیزی سے گول چکر میں گھوم گیا۔ ہینڈل دیتے ہوئے عرفان اور صفدر باہم دونوں یہیں رک کر اپنے چاروں طرف نگاہ  
ہی بیسیا کھیوں کی وہ لمبی لمبی دستیاں جو عرفان کی بغلوں تلے تھیں۔ وہاں عرفان اندر جاتے ہیں۔ عرفان اور عرفان جب اس  
اور جن کے دونوں جانب سوراخ تھے ان میں گولیوں کی بوجھاڑ ہوئی۔ وہاں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پتھر خود بخود اپنی پہلی حالت پر  
اور وہ چھ کے چھ گولیوں سے پھلتی کی طرح چھ کر رہ گئے۔

جوزف اور صفدر مہاگتے ہوئے چٹانوں کی اوٹ سے  
نکلے تھے۔ اور انہوں نے ساری لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ عرفان نے پتھر کو ایک بار

ان میں سے ایک نے جو چند قدم آگے بڑھا کھٹا۔ ایک  
طویل تہقیر لگایا۔ پھر اس نے طنزاً کھاٹ کھانے والی آواز میں  
کہا۔

تم؟ تم اپنا بچ اور لنگڑے ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ آج ہم تمہیں  
اٹھا کر پروہت کے پاس لے کر چلیں گے  
عرفان اور زیادہ تلخ ہو گیا اور بولا

تم صرف چھ ہو۔ چھ اور آ جاؤ۔ پھر بھی مجھے اٹھا کر نہ لے جاسکو  
واپس لوٹ جاؤ۔ میں خود ہی پروہت کے پاس چلا جاؤں گا۔ اگر تم  
نے عند سے کام لیا تو سب نقصان اٹھاؤ گے

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے  
وہ آگے بڑھنا شروع ہوئے اور عرفان کے گرد دائرہ تنگ کرنے  
لگے عرفان نے بغلوں کے نیچے اپنی بیسیا کھیوں کپڑھیلایا۔ اور عرفان نے جو نہی اس سیاہ پتھر کو زور سے اندر کی طرف دیا۔  
بیسیا کھیوں پر جس جگہ اس کے ہاتھ تھے وہاں اس نے دونوں بیسیا کھیوں کے اندر کا حصہ پھٹ گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی گزر گاہ  
پر لگے ہوئے چھوٹے سے لوہے کے ہینڈلوں کو ایک جھٹکے کے ساتھ لٹکی تھی۔

عرفان پھر بولا۔  
دوسرے پاؤں پر وہ تیزی سے گول چکر میں گھوم گیا۔ ہینڈل دیتے ہوئے عرفان اور صفدر باہم دونوں یہیں رک کر اپنے چاروں طرف نگاہ  
ہی بیسیا کھیوں کی وہ لمبی لمبی دستیاں جو عرفان کی بغلوں تلے تھیں۔ وہاں عرفان اندر جاتے ہیں۔ عرفان اور عرفان جب اس  
اور جن کے دونوں جانب سوراخ تھے ان میں گولیوں کی بوجھاڑ ہوئی۔ وہاں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پتھر خود بخود اپنی پہلی حالت پر  
اور وہ چھ کے چھ گولیوں سے پھلتی کی طرح چھ کر رہ گئے۔

جوزف اور صفدر مہاگتے ہوئے چٹانوں کی اوٹ سے  
نکلے تھے۔ اور انہوں نے ساری لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ عرفان نے پتھر کو ایک بار



زور سے دیا یا تو راستہ دوبارہ بند ہو گیا۔

دونوں کچھ دیر تک وہاں کھڑے رہے اور جب ان کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو گئیں تو دونوں آہستہ آہستہ غار کی دیوار کے ساتھ چپکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ پندرہ منٹ تک وہ چلتے رہے ہوں گے کہ غار نما وہ راستہ ایک کمرے میں جا داخل ہوا تھا جس کے اندر دو بن مانس نما پجاری کھڑے پہرہ دے تھے وہ کمرہ ایک طرح سے اس راستے میں ایک چپک پوسٹ تھی کیوں کہ کمرہ سے آگے وہ راستہ پھر اپنی پہلی شکل اختیار کر گیا تھا۔

عمران نے عرفان کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے اپنے قریب کیا۔ پھر وہ اپنا منہ آگے لے گیا اور عرفان کے کان میں سرگوشی کرتے لگا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ دونوں علیحدہ ہو گئے۔ عمران کمرے کی دائیں دیوار اور عرفان بائیں دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

کمرے کی دیوار کے وسط میں آکر عمران ہلکے سے کھانسا۔ دونوں پجاری چوکنے ہو گئے اور ایک نے غرا کر پوچھا

کون ہو تم؟

نخیف نسوانی آواز میں عرفان نے جواب دیا۔

خود ہی ہوں

پجاری پھر چنگاڑا

خود کون؟

عرفان خاموش رہا۔ دونوں پجاری غصے میں عرفان کی طرف بڑھے۔ اسی لمحہ اچانک اور دفعۃً ان کے پیچھے سے عمران حملہ آور ہوا۔ اس نے ایک پجاری کی گردن پر اس زور سے کراٹے کا ہاتھ مارا تھا کہ وہ پجاری بری طرح کراہا اور لڑھکنیاں لیتا ہوا ہوا بری طرح فرش پر گر گیا۔

جو نہی دوسرا پلٹ کر اپنے ساتھی کی مدد کرنے لگا کسی جنگلی درندے کی طرح عرفان نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔ اسے اپنے نیچے دبوج کر عرفان نے اس کے پیٹ میں اپنے فولادی گھٹنے کی دو ضربیں لگائیں اور اسے نڈھال کر کے رکھ دیا۔

عمران دوبارہ اپنے شکار کی طرف پیکا تھا۔ گردن پر کراٹے کا وار کھانے کے بعد وہ پجاری سنبھل ہی رہا تھا کہ عمران پھر اس کے سر پر جا سوار ہوا۔ اپنے ہاتھ کو خوب اکڑا کر اسے پجاری کے شانے کے پٹھے پر مارا۔ پجاری بری طرح کراہنے لگا۔

عرفان نے جلدی جلدی اپنی جیب سے ایک لائٹ نکالا۔ اور جب اس نے اسے جلا یا تو اس میں سے گہری دھواں نما گیس نکلی۔ عرفان لائٹ باری باری ان دونوں کے ناک کے پاس لے گیا اور وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ جلدی جلدی انہوں نے دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد منہ پر ٹیپ لگا دی۔ انہیں گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیا۔ اور پہلے کی طرح پھر دونوں آگے بڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر ہی وہ آگے بڑھے ہوں گے انہوں نے



دیکھا کہ زمین دوز اس راستے کی پتھر کی دیواروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور اب راستے کے دونوں جانب سفید شفات اور چمکدار شیشے کی دیواریں شروع ہو گئیں تھیں۔ دونوں وہاں کھڑے ہو گئے عمران شیشے کی دیوار پر کھڑی دیر تک ہاتھ پھرتا رہا۔ پھر عرفان سے اس نے پوچھا۔

شیشے کی اس دیوار میں کوئی خاص بات محسوس کی تم نے؟  
عرفان نے بھی شیشے کی دیوار پر ہاتھ پھیرا پھر سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے پھر پوچھا  
کیا محسوس کیا تم نے؟  
شیشے کی یہ دیواریں بٹ پروف ہیں  
تمہارا اندازہ درست ہے۔

شیشے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ وہ کچھ دور آگے گئے ہوں گے کہ دونوں چونک کر پھر ایک جگہ رگ گئے۔ دونوں دیواروں کے دوسری طرف ایک ایک بن مانس دکھائی دیا تھا۔ اور دونوں بن مانس شیشے کی دیوار کے اس طرف عمران اور عرفان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے عمران اور عرفان ان دونوں بن مانسوں کی پرواہ کئے بغیر بے محابا آگے بڑھتے رہے جتنی کہ شیشے کی دیواروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے سامنے ایک بڑا ہال تھا جس کے چاروں طرف کئی کمرے تھے۔ جن کے دروازے لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کے تھے۔

دونوں ان کمروں کا جائزہ لینے لگے۔ ایک کمرہ جو قدرے دوسروں کی نسبت بڑا تھا۔ اس کے اندر دس کے قریب نرمادہ بن مانس تھے جس کے اندر کئی چھوٹے چھوٹے انسانی بچے تھے جو بالکل برہنہ اور جن کے اطوار بالکل ان بن مانسوں جیسے تھے۔ شاید یہی کمرہ تھا جس کے اندر مندر کے محافظ بجاہریوں کی پردرشن ہوتی تھی۔ کمرے کے اندر جگہ کچے گوشت کے ڈھیر پڑے تھے اور چاروں کونوں میں پانی کے حوض بنے ہوئے تھے۔

کچھ دیر اس کمرے کا جائزہ لینے کے بعد وہ آگے بڑھے۔ چند کمروں میں چاندی کی طرح چمکتی ہوئی یورنیم پڑی تھی جس کا کچھ حصہ نمک آلود ہوا کے باعث زرد ہو چکا تھا۔ یہ وہی یورنیم کا اسٹاک تھا جسے ایک غیر ملکی جہاز ان کے ملک کے لئے لے جا رہا تھا اور جسے اغوا کر لیا گیا تھا۔

یورنیم کا اسٹاک دیکھتے دیکھتے اچانک دونوں ایکدم اچھیل کر پیچھے ہٹ گئے تھے جیسے انہوں نے کوئی انہوتا قدم اٹھا لیا ہو۔ کمرے کے اندر کھر کھر کی آواز آئی تھی اور جب انہوں نے پلٹ کر دیکھا ایک دیو قامت بن مانس بڑے غصے کی حالت میں ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ان دونوں میں سے ایک تھا جو شیشے کی دیوار کے اس طرف ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے تھے۔

عمران اور عرفان دونوں مستند کھڑے ہو گئے تھے۔ بن مانس نے آتے ہی جب عمران کے کندھے پر ایک بھر پور ہاتھ مارنا چاہا۔ عمران نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر قبل اس کے کہ



جو کمرے میں آکر ختم ہوا تھا اور کمرے کی دیوار کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ اس کے چھپے ایک آدمی کھڑا بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بٹے بٹے مسکرا رہا تھا شاید ان دونوں کی بے بسی پر۔ وہ بجا رہی نہیں تھا۔ عام سا مگر غیر ملکی تھا۔

عمران اور عرفان نے آپس میں کوئی مشورہ کیا۔ دونوں بجا رہی اب ان کے بالکل قریب آگئے تھے۔ عمران اور عرفان نے اپنی اپنی جیبوں سے ایک ایک دس پیسے جیسا سگہ نکالا اور پھر وہ ہوا کے اندر اچھلتے کودنے لگے، بجا رہی ایک جگہ کھڑے ہو کر انہیں غور سے دیکھنے لگے تھے۔ شاید انہوں نے جانتا تھا کہ وہ دونوں حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ اس لئے وہ دونوں رک گئے تھے اور آپسے ہتھیار اپنے سامنے لہراتے ہوئے چوبند ہو گئے تھے۔

ہوا کے اندر اچھلتے کودتے ہی عمران اور عرفان نے ان سکوں کے وندانے اندر کی طرف دباٹے پھر ان دونوں کی نظریں بجا کر انہوں کے پلاسٹک کے وہ سکے ان دونوں بجا رہیوں چھپے پھینک دیئے۔ ہال میں ایک دھماکہ ہوا۔ دونوں بجا رہی چومک اٹھے اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگے۔

عمران اور عرفان درندوں کی طرح اچھلتے ہوئے حملاً آور ہوئے تھے۔ پلک جھپکنے میں ہی ان دونوں سے انہوں نے ہتھیار چھین کر دور پھینک دیئے تھے اور ان پرمٹکوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ دونوں بجا رہیوں نے ان کے سامنے جھپکنے کی پوری کوشش کی لیکن بری طرح ناکام رہے تھے۔ کیونکہ عمران اور عرفان نے

ان کے پٹھوں، پیٹ اور کن پٹیوں پر ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ ان پر نیم بے ہوشی اور درماندگی طاری ہو گئی تھی اور وہ دونوں فرش پر گر کر ہانپنے لگے تھے۔

شیشے کے پیچھے کھڑا وہ غیر ملکی جو بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اب حرکت میں آیا اور جونہی اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے ایک سرخ بٹن دبایا۔ مندر کے اندر دور دور تک تیز آواز کے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں تھیں۔

عمران اور عرفان ان گھنٹیوں کی آواز پر چونک اٹھے تھے۔ دونوں نے پھر کوئی مشورہ کیا اور ہال کے اندر عمران کی سرگوشی سنائی دی۔ وہ عرفان سے مخاطب ہوا تھا۔

دھوئیں کی آڑ لے کر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں۔ درجہ ایسے پھنسیں گے کہ یہاں سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

دونوں نے اپنے اپنے تھیلوں سے پلاسٹک کے سگہ نما دھوئیں کے بم نکالے اور انہیں ہال کمرے میں پھینک دیا۔ ہال کے اندر لگاتار کئی تیز دھماکے ہوئے تھے اور دھوئیں کے گہرے بادل چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گئے۔ عمران اور عرفان دونوں نے اپنے اپنے تھیلوں سے تھکے تھکے آکسیجن پرووائیڈر نکال کر اپنے ناک پر چڑھا لئے تھے۔

ہال کے اندر اب گہرا دھواں پھیل گیا تھا۔ اور اگر دیکھ کی کوئی چیز نزدیک ہونے کے باوجود دکھائی نہ دیتی تھی۔ عمران نے دھوئیں کے اندر جلدی جلدی اپنے ٹرانسمیٹر پر کسی کی



فریکوئسی ملائی۔  
تھوڑی دیر بعد مدھم سی ایک آواز گونجی۔

جوزف! ہیلو جوزف سٹیکنگ!  
عمران سرگوشی کے انداز میں بولا۔  
کالٹے! صفدر کو ساتھ لے کر فوراً ہوٹل واپس چلے جاؤ۔ ورنہ دونوں  
پکڑے اور مارے جاؤ گے۔ بہت جلد کچھ لوگ تمہارے پیچھے لگ  
جائیں گے۔

جوزف کی فکر مند سی آواز سنائی دی  
تم اس وقت کہاں سے بول رہے باس!  
عمران نے قدرے غصے میں کہا۔

تم میری لوکیشن کو چھوڑو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا  
سے فوراً اس پر عمل کرو۔

جوزف کی آواز پھر سنائی دی  
بس میں صفدر کو لے کر واپس ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ  
ہی جوزف نے عمران سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

عمران اور عرفان دونوں نے ان سیکاریوں کے اسٹیل  
کے ہتھیار اٹھائے اور ان کی مدد سے انہوں نے تیشے کی دیوار  
توڑ دی۔ ہال کمرے سے نکل کر اب وہ ساتھ والے کمرے میں آئے  
اور وہاں بھی دھواں پیدا کرنے والے سکے پھینک دیئے۔

اب ان کے ارد گرد لوگوں کے بھاگنے کی آوازیں  
سنائی دے رہی تھیں لیکن دھواں گہرا ہونے کے باعث کچھ

دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہال کمرے کے اندر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی  
سنائی دی تھیں، جیسے کسی نے اندھا دھند اسٹین گن کا برسٹا  
مارا ہو۔

عمران اور عرفان جس نئے کمرے میں داخل ہوئے تھے  
اس کا انہوں نے جائزہ لیا۔ وہاں سے ایک راہداری شمال مغرب  
کی طرف جاتی تھی اور وہ اپنے آگے آگے دھواں پیدا کرتے ہوئے  
بڑی تیزی سے اس راستے پر چلنے لگے۔ جوں جوں وہ آگے جا رہے  
تھے لوگوں کا شور اور بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔  
ایک جگہ آکر راہداری ختم ہو گئی۔ اب ان کے سامنے

سیڑھیاں تھیں جو اوپر چڑھتی تھیں۔ وہ سیڑھیاں چاروں طرف  
سے بند تھیں اور اندر گہری تاریکی تھی۔ وہ ابھی دس بارہ سیڑھیاں  
ہی اوپر چڑھے ہوں گے کہ چونک پڑے اور دونوں دبکا کر ایک  
کوٹے میں بیٹھ گئے۔ سیڑھیوں کی مخالف سمت کوئی دروازہ کھلا اور  
کچھ سیڑھیاں اتر کر ان کی طرف آنے لگے تھے

جو تہی مخالف سمت کا دروازہ کھلا تھا۔ عمران نے دھواں  
پیدا کرنے والے چند سکے اس دروازے سے باہر پھینک دیئے تھے۔  
وہاں بھی تیز دھماکے ہوئے اور چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔  
جو لوگ وہ دروازہ کھلنے پر دکھائی دیئے تھے۔ ان میں کچھ تو شور  
کرتے ہوئے واپس بھاگ گئے اور کچھ اپنی پھولی ہوئی سانسوں  
کے ساتھ افراتفری کے عالم میں ان کے پاس سے سیڑھیاں  
اترتے ہوئے آگے نکل گئے۔ دھوئیں کے باعث فرش پر گر کر



بے ہوش ہو گئے تھے۔

عمران اور عرفان اپنی جگہ سے اٹھنے اور بیٹھیاں  
چڑھ کر دروازے کے ذریعے باہر آ گئے۔ اب وہ ایک نئے کمرے  
کے اندر تھے جس کے اندر پوری طرح دھواں بھرا ہوا تھا۔ انہوں  
نے جب کمرے کو غور سے دیکھا تو وہ وہی کمرہ تھا جس کے اندر  
گنیش دیوتا کا بہت بڑا پتیل کا بت رکھا ہوا تھا۔ اور جن بیٹھیاں  
سے وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ پتیل کے بت میں ہو کر  
اوپر آتی تھیں۔ دونوں بت کو ٹوٹ کر دیکھنے لگے۔ پتیل کے بت  
کی پشت پر ایک دروازہ تھا جو بیٹھیاں اور کمرے کو ملاتا تھا اور  
اسی کمرے سے وہ باہر نکلے۔

عمران نے اس کمرے کی اوپر کی بالکونیوں پر چند  
دھوئیں والے سگے پھینکے۔ پھر وہ اس کمرے سے بھی نکل پڑے  
عمارت کے اوپر کا حصہ بالکل سنسان پڑا تھا اور ہر طرف گہری  
تاریکی تھی۔ دونوں اندھیرے کی آڑ میں مندر کی عمارت سے نکلے۔  
اور قبرستان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے وہ ملحقہ درختوں میں  
گھس گئے۔ اب ان کی رفتار پہلے سے تیز تھی۔ اور ان کا رخ اپنے  
ہوٹل کی طرف تھا۔

اسم راہی کا عمران سیریز میں آئندہ ناول

”ایکسٹو کا قتل“



ایڈٹنا استقبالیہ سے بھاگتی ہوئی نکلی اور  
کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ جہاں عرفان اور جوزف بیٹھے تھے۔ ڈرائنگ  
روم میں گھومتا ہوا عمران چونک اٹھا اور گہری نگاہوں سے ایڈٹنا  
کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ایڈٹنا بھاگتی کاؤنٹر پر آئی اور عرفان سے  
مخاطب ہوئی۔

تمہارا فون ہے عرفان!  
عرفان بیساکھیوں کے سہارے کھڑا ہو گیا اور ایڈٹنا سے  
سرگوشی کی  
کون ہے

ایڈٹنا نے بڑی راز داری سے کہا  
وہی تمہارا مندر کا پروہت ہے  
عرفان ایڈٹنا کے ساتھ استقبالیہ میں آیا اور ریسپور  
اٹھاتے ہوئے بولا۔

ہیلو!

دوسری طرف سے پروہت کی سخت آواز سنائی دی  
گراہم ہے؟



عرفان نے بڑی عاجزی سے کہا

لیس سر! تم آج کئی روز سے مندر نہیں آئے۔ نہ ہی تم نے اپنے کام کی کوئی پروگریس ٹوٹ کرائی ہے۔ جانتے ہو پچھلی رات مندر کے اندر ایک بہت بڑا ہنگامہ رونما ہو چکا ہے۔ دو جوان جن کا تعلق یقیناً ہمارے دشمن سے ہوگا۔ مندر میں گھس آئے۔ وہ شاید کسی اہم مشن پر آئے تھے۔ یہاں کے ہر فرد نے انہیں پکڑنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ دونوں پیچ نکلتے ہیں کامیاب ہو گئے کیا تمہیں اس واقعہ کا علم ہے؟

نہیں سر!

پروہت بڑی طرح دھاڑا

تو پھر تم مندر کے کیسے جاسوس ہو۔ تمہارے اطوار سے پتہ چلتا ہے کہ تم باغی ہوتے جا رہے ہو اور تم جانتے ہو میں باغیوں سے کیسا سلوک کرتا ہوں۔ اگر تم اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے تو یاد رکھو میں تمہیں پوری میں بند کر کے سمندر میں پھینکوا دوں گا۔

ایڈنا اور جولیا عجیب طرح سے عرفان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اسی لمحہ عمران بھی ان کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ عرفان نے بڑی بے بسی سے جواب دیا

میں کچھلے دو دن سے بیار ہوں۔ اس لئے آپ سے مل نہ سکا نہ ہی کوئی رابطہ قائم کر سکا۔ پروہت اس بار نرم ہو کر بولا۔

جلو تمہارا یہ بہانہ مان لیا۔ پر تم نے مار سا کا پتہ کیا؟ مجھے افسوس ہے سر! میں ابھی تک اسے ڈھونڈ نہیں سکا۔ تم فکر نہ کرو وہ ابھی تک یہیں کہیں ہے۔ اس جزیرے سے باہر نہیں گئی۔ میں نے ایئر پورٹ بندرگاہ اور دوسری تمام اہم جگہوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ اسے بھاگنے نہیں دیں گے اور اس جزیرے میں رہتے ہوئے وہ ہم سے زیادہ دیر تک چھپی نہ رہ سکے گی۔ تم اب ایسا کرو ابھی اور اسی وقت۔ ہیڈ لے سٹریٹ میں سمرٹون ہوٹل میں جاؤ اور وہاں بیٹھ کر انتظار کرو۔ چیف کے آدمی وہاں آئیں گے اور وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کسی بے حد اہم موضوع پر چیف تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔

میں ابھی جاتا ہوں سر!

ہاں جاؤ اور آئندہ اپنے اطوار کو درست رکھو۔

ٹھیک ہے سر! عرفان نے ریسپورڈ رکھ دیا

جو تہی وہ واپس مڑا عمران نے پوچھا

کیا کہتا ہے؟

سمرٹون ہوٹل میں رپورٹ کرنے کو کہتا ہے

کیوں؟

چیف نے بلایا ہے

کتنے بجے؟

فوراً

تو پھر جاؤ۔ جوزف اور صفدر تمہارے پیچھے ہوں گے۔ اپنا



بیگ ساتھ لے کر اور پوری تیاری کر کے جانا۔ عمران باہر نکل گیا۔ پہلے وہ بیچر کے کمرے میں صفدر کے پاس گیا۔ پھر کاؤنٹر پر کھڑے جوزف کو کچھ سمجھایا اور اس کے بعد سیڑھیاں چڑھ کر وہ اپنے خفیہ کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد عرفان تیار ہو کر ہوٹل سے نکلا اور اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا سڑک پر آکھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے بچے جوزف اور صفدر بھی ہوٹل سے نکل پڑے تھے۔

عرفان نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں روانہ ہو گیا۔ اسی لمحہ جوزف اور صفدر نے ایک اور ٹیکسی اینجیج کی اور عرفان کے پیچھے ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد عمران ہوٹل کی سیڑھیاں اترا۔ وہ اس وقت میٹ میں تھا۔ اور یورپین دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں اپنا بیگ تھا۔ کاؤنٹر پر آ کر اس نے تنویر کو کچھ سمجھایا۔ کچن میں کام کرتے خاور کو آنکھ ماری اور ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف لپکا۔ جب وہ استقبالیہ کے پاس سے گزرنے لگا تو استقبالیہ کے نوں پر تیز گھنٹی بج اٹھی۔

عمران کے قدم رک گئے اور وہ آگے نکلنے کی بجائے استقبالیہ میں داخل ہوا۔ تو جوبلیا فون پر کسی سے کہہ رہی تھی۔ ذرا کھڑو میں دیکھتی ہوں۔ اور اس نے رسیور میز پر رکھ دیا۔ عمران نے سر کے اشارے سے بلوچھا۔ کون ہے۔ تو جوبلیا نے سرگوشی سے کہا۔ کوئی لڑکی ہے اور گراہم کا پوچھتی ہے۔

عمران نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا اور دھیمی آواز میں بولا کون ہے؟ دوسری طرف سے آواز آئی۔

میں چندرا دوتی ہوں؟

کہو! میں گراہم کا دوست بول رہا ہوں۔ اگر کوئی پیغام دینا ہو تو دے دو۔

نہیں میں پیغام نہیں دے سکتی۔ میں گراہم سے بڑے اہم موضوع پر بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟ ذرا باہر گیا ہے

کیا آپ اسے بلا سکتے ہیں بلا سکتا ہوں پر ذرا وقت لگے گا۔

پھر میرا ایک کام کریں کیا؟

اسے بلا کر کہیں کہ وہ مجھے جتنی جلدی ہو سکے نیندر گاہ کے رستہ ہوٹل میں ملے۔ یہ بے حداہم اور ضروری مسئلہ ہے

میں ابھی اسے بلا کر بھیجتا ہوں۔ تم اسی ہوٹل میں ٹھہرو اس کا انتظار کرو۔

ذرا جلدی بھیجنا۔

تم بے فکر رہو۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ سڑک کے ایک طرف درختوں کے سائے میں کھڑے ہو کر اس نے واپس ٹرانسمیٹر



پریکسی سے فریکونسی ملائی شروع کر دی اور بار بار کسی کو شک دینے لگا۔  
عرفان اس وقت ٹیکسی میں جا رہا تھا۔ جس وقت اسے عمران  
کی طرف سے اپنے بازو پر شک ہوا۔ اس نے واپس ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔  
ریڈیائیگر کی فریکونسی پر واپس ٹرانسمیٹر کی لائٹ جل بجھ رہی تھی۔ اس نے  
ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیکسی اور تیز کرنے کو کہا۔

ٹیکسی جب سمرسٹون ہوٹل کے سامنے رکنے لگی تو عرفان  
نے ٹیکسی ڈرائیور کو ذرا آگے چلنے کو کہا۔ سڑک کے کنارے وہ ایسی جگہ  
اتر گیا۔ جہاں کچھ درخت تھے۔ اس نے کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی سے اتر کر  
درختوں میں گھس گیا۔ جلدی جلدی اس نے واپس ٹرانسمیٹر پر رابطہ لیا اور  
بری طرح دھاڑا

ریڈیائیگر!

دوسری طرف سے کھولتی ہوئی آواز سنائی دی

ایکسٹو!

عرفان نرم پڑ گیا۔

آرڈر سہ!

ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز پھر سنائی دی۔

کافی دیر سے رابطہ قائم ہو رہا ہوں۔ تم اٹینڈ کیوں نہیں کر رہے تھے؟  
میں ٹیکسی میں تھا سہ! اور اب اتر کر آپ سے رابطہ لیا ہے۔

سنو! چندراوتی نے تمہارے لئے فون کیا تھا۔ عمران نے فون  
اٹینڈ کیا تھا اور اسی نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تم چیف سے مل کر سیدھے  
بتدرگاہ چلے جانا۔ وہاں رہینو ہوٹل میں چندراوتی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

وہ کسی بے حد اہم مسئلے پر تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔

ٹھیک ہے سہ!

جلد پھر اپنے کام میں لگ جاؤ۔

عرفان نے رابطہ ختم کر دیا۔ درختوں سے نکل کر وہ سڑک  
پر آیا اور آہستہ آہستہ بسیا کھیاں ٹیکتا ہوا سمرسٹون ہوٹل کی طرف  
بڑھنے لگا۔ ہوٹل کے ایک طرف جوزف اور صفدر فٹ پاتھ پر بجلی  
کے کھمبے تلے کھڑے بڑے غور سے عرفان کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
عرفان ہوٹل میں داخل ہوا اور ایک میز پر بیٹھ کر کافی  
کا آرڈر دے دیا۔ چند ہی لمحوں بعد جوزف اور صفدر بھی ایک میز پر  
بیٹھنے کے بعد وہ دونوں کافی پینے لگے۔

آدھ گھنٹہ اسی حالت میں گزر گیا۔ اتنے میں دو آدمی ہوٹل  
میں داخل ہوئے۔ وہ سیاہ چسٹر پہنے تھے اور سر پر فلیٹ ہیٹ تھے۔  
جویشانی کی سمت ذرا جھکے ہوئے تھے۔

ہوٹل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ایک بار ہال کا جائزہ  
لیا۔ پھر ان دونوں کی نگاہیں عرفان پر جم گئیں۔ دونوں آگے بڑھے  
اور عرفان کے قریب آنے کے بعد ان میں سے ایک نے عرفان  
سے سرگوشی کی

آؤ چلیں

عرفان نے بل ادا کیا۔ اپنی بسیا کھیاں سنبھالیں اور  
ان دونوں کے ساتھ بھولیا۔ ہوٹل کے عین سامنے اوپینج کلر  
کی ایک کار کھڑی تھی۔ عرفان ان دونوں کے ساتھ اس کار میں



بیٹھ گیا اور کار بندر گاہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ کچھ فاصلہ رکھ کر جوزف اور صفدر بھی اس کار کا تعاقب کر رہے تھے۔

بندر گاہ کے علاقے میں ایک ملٹی سٹوری بلڈنگ کے سامنے وہ کار رک گئی۔ عرفان کو لے کر وہ عمارت میں داخل ہوئے کورڈور میں ہو کر وہ ایک لفٹ میں داخل ہوئے اور عمارت کی چوتھی منزل پر آئے۔ ایک گیلری میں چار کمروں کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ دونوں عرفان کو لے کر ایک دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ دروازہ آپ ہی آپ کھلا۔ اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے دروازہ خود ہی بغیر کسی آواز کے بند ہو گیا۔

وہ دونوں جب کمرے کے وسط میں آ کر رک گئے تو عرفان بھی آن کے ساتھ وہاں کھڑا ہو گیا۔ صرف چند ہی لمحوں بعد سامنے والی دیوار میں لگا ہوا ایک سرخ بلب جلنے لگا۔ اور پھر کمرے میں ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز گونجی گراہم! مار سا کہاں ہے؟

جو دو آدمی عرفان کو لائے تھے آواز سنتے ہی ان کی گردنیں جھک گئیں۔ ان کی دیکھا دیکھی عرفان نے پھر اپنی گردن جھکائی اور شرمندگی کا احساس دلاتے ہوئے اور اپنی آواز میں کیکپاہٹ پیدا کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

مجھے افسوس ہے سر! میں اسے بحفاظت مندر نہ پہنچا سکا۔  
چیف درندے کی طرح دھاڑ گیا

میں پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے؟  
مجھے علم نہیں سر!  
تم جانتے ہو۔ تم نے جان بوجھ کر اسے روپوش کر دیا ہے۔ کیونکہ پروہت کی رپورٹ کے مطابق تم اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم نے اپنے کام میں دلچسپی لینا یکسر ہی ختم کر دی ہے۔  
عرفان نے منت کی۔

یہ الزام ہے سر!  
چیف نے غصے میں چلا کر کہا  
تمہارا مطلب ہے پروہت جھوٹ بولتا ہے  
عرفان خاموش رہا اور اس کی گردن اور زیادہ جھک گئی۔

چیف نے بڑے ناگوار لہجے میں کہا  
اسے ڈیڈ روم میں لے جاؤ۔ وہاں یہ فوراً بول اٹھے گا کہ مار سا کہاں ہے۔

ان دونوں نے عرفان کو پکڑ لیا اور چیف کے کمرے سے نکل گئے۔

اس وقت تک جوزف اور صفدر بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے عمارت کے کورڈور میں آ کر دیکھا کہ لفٹ اوپر جا چکی تھی۔ اور سیڑھیوں کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ دونوں مجبور ہو گئے وہ اندر



نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے بڑی بے تابی کے ساتھ وہ اس عمارت کے ارد گرد ہی گھومنے لگے۔

وہ دونوں عرفان کو چھت کے کمرے سے نکال کر پھر آگے بڑھنے لگے۔ گیلری کے اندر ہی اندر انہوں نے ایک طویل چکر کاٹا۔ پھر ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور عرفان کو اس کمرے میں داخل کر کے وہ دونوں واپس لوٹ گئے۔

عرفان جب بیٹھا تھا تو اس کمرے میں داخل ہوا تو کمرے کے اندر چاروں کونوں میں گوریلا اور باکسر ٹائپ چار جوان کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے حرکت کی اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے دوبارہ اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ عرفان کمرے کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا اور مدھم سی آواز میں پوچھا۔

مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔

مارسا کہاں ہے

عرفان نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا

میں نہیں جانتا۔

گھبراؤ نہیں تم ابھی سب کچھ جان جاؤ گے

وہ چاروں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے عرفان سے

قریب ہونے لگے۔ پھر ان میں سے ایک بھیڑیے کی طرح عرفان پر چھپٹا

اور کراٹے کا ایک ایسا ہاتھ عرفان کے شانے پر مارا کہ عرفان دہرا

ہوتا ہوا دوڑ جاگرا۔ اور اس کی بیٹیا کھیاں اس کے ہاتھ سے چھوٹ

گئیں اب وہ بری طرح لڑکھڑانے کی اداکاری کر رہا تھا۔

اب ان کے دوسرے ساتھی نے عرفان کو گریبان سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور گھٹنے کی دوسخت ضربیں عرفان کے پیٹ میں لگا کر اپنے تیسرے ساتھی کی طرف عرفان کو اچھال دیا۔ عرفان درد کی شدت سے بڑی طرح کرا رہا تھا۔

اس کے تیسرے ساتھی نے عرفان کے چہرے پر اپنے دونوں فولادی مٹکے مارے اور پھر عرفان کو چوتھے ساتھی کی طرف پھینک دیا۔ اس نے ایک ساتھ اپنے دونوں ہاتھ عرفان کی گردن کے دائیں بائیں مچھلیں پر مارے۔ عرفان تکلیف کی شدت سے جھک گیا۔ اس نے اپنی ٹانگ کو خوب لہرا کر عرفان کے پیٹ میں اپنے وزنی بوٹ کی ٹھوکریاں ماریں اور عرفان بڑی بے بسی سے دروازے کے ساتھ جا لگا اس کے سر اور منہ سے خون بہہ نکلا تھا۔

عرفان دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور بڑی بے بسی سے گردن ایک طرف جھکا کر اونچے اونچے سانس لینے لگا۔ وہ چاروں پھر عرفان کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک نے پھر

عرفان سے پوچھا

مارسا کے متعلق بتاتے ہو یا ابھی اور گرم کریں۔

عرفان نے بیٹھے ہی بیٹھے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اب

مجھے نہ مارتا۔ میں مرجاؤں گا۔ میں بتاتا ہوں کہ مارسا کہاں ہے

تو پھر بتاؤ

مجھے تھوڑی سی روٹی دے دو۔ میں اپنی پیشانی کا زخم صاف

کر لوں۔ پھر سب کچھ بتاتا ہوں۔ ان میں ایک کمرے کی ایک الماری



سے تھوڑی سی روٹی سپرٹ میں سبک لایا اور خود ہی عرفان کا رخ  
صاف کر دیا۔

ان کے اسی ساتھی نے پھر کہا۔

اب بتاؤ کہاں ہے مارسا!

عرفان پھر ٹال گیا

مجھے پیاس لگی ہے۔ حلق میں کانٹے پڑے ہیں تھوڑا

سا پانی پلا دو۔

جو روٹی لایا تھا۔ وہ پھر ہٹا اور پانی کا گلاس لے آیا۔

عرفان نے پانی پیا اور منہ پونچھ کر کراہنے لگا۔

آہ! آہ!

اس نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر عرفان کی ران پر لگائی

اب بک بھی چکوتا۔ کیوں ہمارا پارہ گرم کر رہے ہو

عرفان نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا

مجھے تم لوگوں سے خوف آتا ہے۔ تم جیسے سخت جان انسان میں نے

آج تک نہیں دیکھے۔

تم میں سے صرف ایک میرے پاس کھڑا ہے۔ باقی سب جاتیں کیونکہ

تم سب کو دیکھ کر میری زبان میرا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ انہوں

نے اشاروں میں فیصلہ کیا۔ پھر ایک عرفان کے پاس کھڑا ہوا اور

تین کمرے کے وسط میں جا کر کھڑے ہو گئے۔

جو پاس کھڑا تھا اس نے پھر عرفان کو پاؤں کی ٹھوکر

ماری۔

اب یو لو بھی نا!

عرفان گولی کی سی تیزی سے کھڑا ہو گیا اور زہر بھرے

ہجے میں کہا۔

ابھی بتاتا ہوں

اس کے سامنے کھڑا غیر ملکی شدد رہ گیا اور پریشانی سے

پوچھا

تو کیا تم اپنا بیج نہیں ہو؟

عرفان نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا

اپنا بیج تو اب میں تمہیں بتاؤں گا

اس نے فوراً عرفان کے منہ مارنا چاہا۔ عرفان نے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی ناک پر ایسا منہ مارا کہ وہ چکرائے

لگا اور پھر قبل اس کے کہ اس کے تینوں ساتھی اس کی مدد کو پہنچتے

عرفان نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھایا اور اس زور سے

اسے دیوار پر دے مارا کہ اس کا سر پکے ہوئے تر بوز کی طرح

پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

عرفان اب ان تینوں کی طرف بڑھتے ہوئے غرایا

تم نے اب تک جو مجھے مار ماری ہے۔ اس سے تو بمشکل میرا بدن

ہی گرم ہوا ہے۔ اب میں اکیلا ہوں اور تم تین اور دیکھو میں

تمہاری کیسی درگت بناتا ہوں۔ عرفان دوڑ کر آگے بڑھا اور

اپنی ٹانگ بھرا کر پاؤں کی ایک ایسی ٹھوکر ان میں سے ایک

کی گردن اور تھوڑی کے درمیان حصے میں ماری کہ اس کی



ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ ایک طرف گر کر بُری طرح کراہنے لگا۔  
باقی دو کے سامنے عرفان کسی بھوکے درندے کی  
طرح جم گیا تھا۔ وہ دونوں حملہ کرنے ہی والے تھے کہ عرفان نے  
اپنی ٹانگ اور پر لہرائی اور اپنے پاؤں کو وہ سر سے بھی کافی اونچا  
لے گا لیکن وہ اس کے حملے کا دفاع کر چکے تھے اور جوابی کاروائی  
کے یوز بنا چکے تھے کہ عرفان فوراً اپنے پاؤں پر گھوما ان کی طرف  
بیٹھ سکی اور ہوا میں اٹھی ہوئی ٹانگ کو بڑی سرعت کے ساتھ وہ  
مجھے لے گیا اور پوری قوت سے ان میں سے ایک کی ناک اور پیشانی  
کے کچھ حصے پر اپنے بوٹ کی ٹھوکہ ماری

وہ ابھی اپنا منہ سہلارہا تھا کہ عرفان پھر بلیٹا اور اس  
کے دوسرے سمتی پر حملہ آور ہوا اور اپنے دائیں ہاتھ کا اس نے  
بچہ بنایا اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ کا جھپٹا مارا۔ اس کی دونوں آنکھیں  
زخمی ہو گئیں اور وہ بری طرح اپنی آنکھیں جھپکاتا رہا۔ عرفان پھر  
پہلے پر جھپٹا اور اس کے چہرے پر کراٹے کا بھرپور وار کیا اور اس  
کا چہرہ لہو لہان کر کے رکھ دیا۔ پھر اس نے باری باری سب کو اٹھایا  
اور کھڑکی کے راستے عمارت سے باہر پھینک دیا اور اپنی بیساکھیا  
اٹھالیں۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا بیساکھیاں ٹیکتا ہوا لفٹ  
کے پاس آیا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے لفٹ مین سے کہا  
نیچے چلو  
اس نے انکار کر دیا۔

مجھے افسوس ہے میں آرڈر ملے بغیر نیچے نہیں جاسکتا۔  
والیس مرنے کے بہانے عرفان اس کی پشت پر آیا اور اس کی گردن پر  
اس زور سے نکلے مارا کہ وہ دوہرا ہو کر کرسی سے گر گیا۔ عرفان نے اسے  
اٹھا کر لفٹ میں ڈالا اور لفٹ نیچے لے گیا۔

جب وہ اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا عمارت سے نکلا تو  
ایک طرف کھڑے جوزف اور صفدر نے اسے دیکھ لیا اور وہ اس کی  
طرف پکے جب وہ اس کے نزدیک ہوئے تو عرفان نے مڑ کر پیچھے دیکھے  
بغیر ان سے کہا

عمارت کی پشت پر چار لاشیں پڑی ہیں انہیں ٹھکانے  
لگا دو۔ لفٹ مین کو بھی ان کے ساتھ چلتا کر دو۔ جوزف اور صفدر واپس  
بھاگے۔ لفٹ مین کو انہوں نے خود ختم کر دیا اسے اٹھا کر وہ عمارت  
کی پشت پر لے گئے اور پھر ساری لاشیں انہوں نے گٹر میں پھینک  
دیں اور دوبارہ عرفان کے پیچھے لگ گئے۔ ان کا رخ اب بندرگاہ  
کی طرف تھا۔



عرفان بندرگاہ کے رینیو ہوٹل میں داخل ہوا۔



ہاں کے اندر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس نے فوراً ساری میزوں  
کا جائزہ لیا۔ ایک الگ تھلگ میز پر چندراوتی بیٹھی تھی۔ وہ جامن رنگ  
کی تیلون اور نیلی شرٹ میں بڑی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ عرفان  
آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔  
چندراوتی اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگی تھی۔ جونہی عرفان  
اس کے سامنے بیٹھا اس نے عرفان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے  
ہوئے بڑے پیار سے پوچھا

کیسے ہوا!

عرفان مسکرا دیا

ٹھیک ہوں

چندراوتی کی نظر جونہی عرفان کی پیشانی پر پڑی اس

نے بڑی فکر مندی سے پوچھا

تمہاری پیشانی پر یہ زخم کیسا ہے؟

عرفان نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا  
راستے میں کچھ لوگوں نے روک لیا تھا۔ اور جھگڑا ہو گیا۔  
چندراوتی اور زیادہ فکر مند ہو گئی

پھر؟

پھر کیا۔ انہوں نے بھی مارا اور میں نے بھی۔ پھر وہ بھاگ گئے۔

کون تھے وہ؟

میں کیا جانوں؟

کیا ان کا تعلق مندر سے تو نہیں تھا

ہو سکتا ہے؟

چندراوتی سوچوں میں کھو گئی۔ مگر عرفان نے اسے چونکا

دیا۔

تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے

چندراوتی چونک کر مسکرا دی

بس ملنا چاہتی تھی

میرے ہوٹل میں بھی مل سکتی تھی

ضرور مل سکتی تھی۔ پر اس کے علاوہ بھی ضروری کام ہے

وہ بھی کہہ دو

چندراوتی اپنا منہ عرفان کے بالکل قریب لے گئی اور

سرگوشی کی

آج ایک غیر ملکی جہاز یہاں پہنچا ہے جو کل رات مندر سے کچھ سامان

لے کر جائے گا

جہاز اس وقت کہاں کھڑا ہے؟

بندر گاہ میں عام جہازوں کے اندر

کیا تم اسے پہچان سکتی ہو

ہاں۔ ضرور پہچان سکتی ہوں۔ کیا یہ خبر تمہارے لئے اہم نہیں ہے۔

بے حد اہم ہے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ چلو اٹھو مجھے وہ جہاز دکھاؤ۔

کچھ کھاؤ پیو گے نہیں؟

نہیں ایسی کوئی ضرورت نہیں

عرفان چندراوتی کو لے کر باہر آیا۔ بندر گاہ کے ساتھ



ساتھ دور دور تک جہاز ہی جہاز کھڑے تھے۔ وہ دونوں پہلو سے پہلو ملائے بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر چلنے لگے۔ ہوٹل کے باہر کھڑے جوزف اور صفدر بھی کچھ فاصلہ رکھ کر ان کے تعاقب میں تھے اور ان سے ذرا دور عمران بھی چھپ چھپ کر ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

پلیٹ فارم پر رکے بغیر چندراوتی نے نیم آسمانی رنگ کے ایک جہاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

یہ ہے وہ جہاز؟

عرفان نے سرگوشی کی

کیا تم جانتی ہو اس کا تعلق کس ملک سے ہے

نہیں۔ مجھے یہ علم نہیں

عرفان رک گیا

چلو واپس ہوٹل چلتے ہیں۔ تم وہاں بیٹھی رہنا۔ میں ذرا اس جہاز میں داخل ہوں گا۔

چندراوتی نے بڑی پریشانی سے کہا

اکیسے ہی؟

تو کیا ہوا

وہ واپس مڑنے ہی لگے تھے کہ ان کی پچھلی سمت سے دو بڑی بڑی کارگو ٹائپ گاڑیاں آئیں اور ان کے پاس آکر رک گئیں۔ پھر ایسی ہی ایک گاڑی سامنے کی طرف سے آئی اور وہ ان کے قریب آکر رک گئی۔ گاڑیوں کے اندر کھڑے ہی کھڑے کچھ لوگوں نے اپنی اسٹین گنوں کا رخ ان کی طرف کر دیا تھا اور پھر ہلکی سی ایک آواز

سنائی دی تھی

اگر تم نے حرکت کی تو مارے جاؤ گے

عرفان بے حس و حرکت کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چندراوتی خوف زدہ ہو کر اپنی پوری طاقت کے ساتھ عرفان کے ساتھ عرفان سے لیٹ گئی تھی۔ پھر ہرے رنگ کی ایک کار رینگتی ہوئی ان کے پاس آئی۔ کچھ لوگ اس میں سے اترے۔ عرفان اور چندراوتی کو انہوں نے کار میں ڈالا اور کار کسی انجانی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

کارگو گاڑیوں کی آڑ ہونے کی وجہ سے جوزف صفدر اور ان کے پیچھے عمران یہ منظر نہ دیکھ سکے تھے۔ وہ ابھی تک اسی خیال میں تھے کہ عرفان وہاں پلیٹ فارم پر کھڑا ہے لیکن جب کارگو گاڑیاں اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئیں تو انہوں نے دیکھا۔ عرفان اور چندراوتی وہاں نہیں تھے اور ہرے رنگ کی وہ کار جس میں ان دونوں کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس وقت بندرگاہ کا علاقہ چھوڑ چکی تھی۔

جوزف اور صفدر بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر بھاگنے لگے۔ سمندر میں کھڑے کچھ جہاز اپنی روانگی کی وسیلیں دے رہے تھے۔ اور بندرگاہ کے بڑے کرین جہازوں کے اندر سامان لادنے میں مصروف تھے۔ جوزف اور صفدر بھاگتے ہوئے بندرگاہ سے باہر نکلے۔ لیکن اب وہاں کیا رکھا تھا۔ کار تو جا چکی تھی۔ وہ دونوں سخت مایوسی کی حالت میں تھے۔

ان کے پیچھے عمران بھی پریشان تھا اور اس کی نگاہیں بھی کسی کوتلاش کرتی پھر رہی تھیں۔ مگر کیا کیا جاسکتا تھا۔



عمران بندرگاہ کے ایک سنسان علاقے میں آیا۔ جہاں وہ جوزف اور صفدر کو بھی دیکھ سکتا تھا۔ پھر واپس ٹرانسمیٹر پر کسی کی فریکوئنسی ملائی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک آواز گونجی  
صفدر سپیکنگ سر!

ایکسٹو!  
صفدر کی آواز کپکپا کر رہ گئی

آرڈر سر!

اس وقت کہاں ہو؟

میں بندرگاہ کے علاقے میں ہوں سر!

عرفان کہاں ہے؟

سر! عمران صاحب کے کہنے پر بندرگاہ کے علاقے میں میں اور جوزف عرفان صاحب کا تعاقب کر رہے تھے کہ وہ اچانک کہیں غائب ہو گئے  
عمران بے پناہ غصے میں گر جا  
اور تم دونوں کیا کر رہے تھے۔ کیا عمران نے تم دونوں کو اس پر نگاہ رکھنے

کو نہ کہا تھا۔

کہا تھا سر!

تو پھر تم دونوں نے کیوں اپنے کام میں غفلت کی۔ یاد رکھو عرفان کو اگر کچھ ہو گیا تو میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

صفدر کو سر سے پاؤں تک پسینہ آ گیا تھا اور اس کی آواز پہلے سے بھی زیادہ کپکپانے لگی۔

سر! اصل میں عرفان صاحب کو غائب کرنے کی یہ ساری کارروائی

چند بڑی بڑی گاڑیوں کی اوٹ میں کی گئی تھی اس لئے ہم دیکھ نہ سکے۔  
کیا تم نے ان کارگو گاڑیوں کو چیک کیا  
ہم نے کیا ہے سر! ان میں عرفان صاحب نہیں ہیں۔  
ایکسٹو نے ان دونوں کو چونکا دیا

تم اس وقت بندرگاہ سے باہر ایک عمارت کی دیوار کے ساتھ فٹ پاتھ پر کھڑے ہوتا؟ تم نے ٹیلیفون کے کھیمے اور جوزف نے دیوار سے ٹیک لگا رکھی ہے

صفدر کی پریشان سی آواز سنائی دی

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر!

ایکسٹو کی غصے میں چنگارتی ہوئی آواز سنائی دی

تو پھر یوں کرو۔ دونوں یہاں سے بھاگنا شروع کرو اور اپنے ہوٹل تک بھاگتے جاؤ۔ اگر راستے میں تم دونوں نے کہیں لفٹ لی یا رکشہ ٹیکسی کی تو یاد رکھو دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سمندر میں پھینک دوں گا۔  
میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں

صفدر اور جوزف نے پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں سڑک کے فٹ پاتھ پر بھاگنے لگے۔ عمران بھی بندرگاہ سے نکلا۔ ٹیکسی اور ہدایوں پرانے اس مندر کے قریب وہ ٹیکسی سے اتر گیا اور اس سے ملحقہ قبرستان میں داخل ہو گیا۔

ایک قبر کی اوٹ میں بیٹھ کر اس نے بار بار عرفان کو شک دیا مگر کوئی جواب نہ ملا تھا۔

ہرے رنگ کی وہ کار جس میں عرفان اور چندراوتی کو



اٹھوا کیا تھا مندر میں داخل ہوئی تھی۔ اور ان دونوں کو انہوں نے پروہت کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ پروہت شاید پہلے ہی سے غصے میں جدا بھٹنا بیٹھا تھا۔ جو نہی عرفان اس کے سامنے آیا۔ اس نے کھا جانے والی تگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آخر غدار ہی نکلے نا۔ تمہارے متعلق میرے سارے شکوک درمیان نکلے۔ چیف بھی تمہاری ساری حرکتوں سے واقف ہو چکا ہے۔ آج وہ کسی مہم پر باہر گیا ہے۔ کل رات وہ یہاں آئے گا اور شاید تمہیں شوٹ کرنے کا حکم دے دے۔ کیونکہ تم وہاں چار آدمی اور لفٹ میں کو غائب کر کے کہیں فرار ہو گئے۔ اور رہنما ہوٹل میں چندراوتی سے جا ملے۔ اس کا مطلب ہے۔ تمہارے چندراوتی سے تعلقات ہیں اور تم دونوں کافی عرصہ پہلے سے مل رہے ہو۔

عرفان کے پہلوئیں کھڑی چندراوتی کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اور وہ بڑی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ عرفان نے اپنا نگاہیں سامنے والی دیوار پر گاڑ رکھی تھیں اور وہ پروہت کی کسی بھی بات کا جواب نہ دے رہا تھا۔ پروہت نے گرجتے ہوئے پوچھا۔

تم بولتے کیوں نہیں؟  
عرفان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں  
یہ الزامات ہیں جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔

وہ چار آدمی اور لفٹ میں کہاں ہیں جن سے تم بھاگ کر چندراوتی سے ملنے چلے گئے تھے۔

میں کسی سے نہیں بھاگا۔ انہوں نے مجھے مار مار کر خود ہی چھوڑ دیا تھا اور میں وہاں سے چلا گیا۔  
کیا تمہیں اب بھی پتہ نہیں کہ مار سا کہاں ہے؟  
ہرگز نہیں!

پروہت نے دانت پیستے ہوئے کہا  
چیف اب تم سے سب کچھ پوچھ لے گا۔ فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سرخ بٹن پر انگلی رکھ دی۔ باہر کہیں گھنٹی بجی تھی اور پھر دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ پروہت نے عرفان اور چندراوتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کو ڈارک روم میں باندھ دو اور کڑی نگاہ رکھو۔

انہوں نے عرفان اور چندراوتی کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں اور کمرے سے باہر لائے۔ پیتل کے بت میں سے ہو کر وہ ان دونوں کو ان ہی تہ خانوں میں لائے جہاں عمران اور عرفان ایک بار پہلے ہو کر گئے تھے۔

عرفان اور چندراوتی کو لے کر وہ ایک تہ خانے میں آئے وہاں دیواروں کے اندر جگہ جگہ لوہے کے کنڈے لگے ہوئے تھے ان کی آنکھوں سے انہوں نے پٹیاں ہٹا دیں۔ اور ان کے ہاتھ جو پہلے ہی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ ایک ایک مضبوط رسی کے ساتھ انہوں نے ان کے وہ بندھے ہوئے ہاتھ لوہے کے ان کنڈوں سے کس کر باندھ دیئے۔ پھر انہوں نے کمرے کا دروازہ



باہر سے بند کر دیا اور چلے گئے۔ مھوڑی ہی دیر بعد دو بن مانس نما  
پجاری وہاں آئے اور اس تہ خانے کے سامنے پہرہ دینے لگے۔  
چندراوتی نے دیکھا۔ عرفان نے آنکھیں بند کر رکھی  
تھیں اور وہ خاموش کھڑا تھا جیسے گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا ہو۔  
چندراوتی نے گھگھیا تی ہوئی آواز میں اسے پکارا

اب کیا ہو گا گراہم! عرفان چونک پڑا اور آنکھیں کھولتے ہوئے چندراوتی سے پوچھا  
کیا کہا؟

چندراوتی رو دینے والی تھی  
میں پوچھتی ہوں اب کیا ہو گا  
ہونا کیا ہے۔ مھوڑی آرام کر لو۔ پھر یہاں سے نکل

چلتے ہیں  
چندراوتی نے پریشانی میں کہا  
تو تم آرام کر رہے ہو؟  
اور کیا نامک کر رہا ہوں  
چندراوتی نے منت کرتے ہوئے کہا  
میں سنجیدہ ہوں گراہم۔ بیچ نکلنے کے متعلق سوچو ورنہ یہ ہم دونوں کو  
نعم کر دیں گے

عرفان تن کر کھڑا ہو گیا  
واہ جی واہ تم نے پہلے کیوں نہ بتایا بس ابھی یہاں سے بچنے کی  
ترکیب کرتا ہوں۔

عرفان نے اپنا پاؤں اوپر اٹھایا۔ ابرہی کے اگلے حصے میں لگے  
ہوئے چھوٹے سے ایک کیل کو زور سے فرش پر ٹھوکر ماری اور  
اگلے حصے میں تلوے کے اندر سے سٹیل کی چمکتی ہوئی ایک تیز نشتر  
نمودار ہوئی۔

عرفان نے اپنا پاؤں خوب لمبا کیا اور چندراوتی کی  
رسیاں کاٹنے لگا۔ مھوڑی دیر تک وہ پاؤں کو اوپر نیچے لے جاتے  
ہوئے نشتر کو حرکت دیتا رہا۔ پانچ منٹ کی جدوجہد کے بعد چندراوتی  
کی رسیاں کٹ گئی تھیں۔ اور وہ عرفان کے پاس آکھڑی ہوئی۔ اب  
وہ کسی قدر مطمئن اور پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

عرفان نے اپنا گھٹنہ دوہرا کیا۔ اور رسیاں کاٹنے لگا۔ مھوڑی  
دیر کی کشمکش کے بعد عرفان اپنی رسیاں بھی کاٹ چکا تھا۔ پھر  
وہ کمرے کے دروازے پر آیا اور دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے  
کی کوشش کرنے لگا۔

دروازے سے ہٹ کر دوبارہ جب وہ چندراوتی کے  
پاس آیا تو وہ اس سے قریب ہوتے ہوئے بولی  
یہاں سے کس طرح نکلا جائے گا۔ دروازہ تو باہر سے  
بند ہے۔

عرفان نے اس کا شانہ تھپتھپایا  
تم فکر نہ کرو۔ یہاں سے بھاگنا کوئی اتنا مشکل نہیں۔ اس نے اپنے  
چسٹر کے اندر ہاتھ ڈالا اور کاغذ میں لپٹا ہوا صابن جیسا کوئی مواد  
نکالا۔ اور اسے دروازے میں اس جگہ لگانے کے بعد جہاں دروازہ



کا اندرونی اور بیرونی تالا تھا۔ اس نے اس مواد کے اندر پتلی سی  
سرخ رنگ کی ایک تار لگا دی  
کوئی اگلا قدم وہ اٹھانے ہی لگا تھا کہ اسے اپنے بازو  
پر شاک ہوا۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا۔ لائٹ ریڈ ٹائیگر  
کی فریکوئنسی پر قص کر رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ایکسٹورابطہ قائم  
کر رہا ہے۔ لہذا اس نے جب جلدی بھلدی کنکشن لیا تو کھولتی ہوئی  
آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

ایکسٹور

عرفان ٹرانسمیٹر پر ہو کر بولا  
ریڈ ٹائیگر سپیکنگ ہمارا

ایکسٹور کی آواز پہلے کی نسبت اب نرم تھی۔  
اپنی لوکیشن بتاؤ

ان ہی تہ خانوں میں سے ایک کے اندر جن کی طرف سمندر  
کی جانب سے ایک زمین دوز راستہ آتا ہے  
چندراوتی؟

میرے ساتھ ہی ہے۔ ہم دونوں کو باندھ گئے تھے سراب میں نے رسیاں  
کاٹ دی ہیں اور اب تہ خانے کا تالا کھولنے لگا ہوں  
ایکسٹور نے تنبیہ کی

ابھی کوئی حرکت نہ کرنا۔ تمہارے تہ خانے کے سامنے دو پجاری پہرہ  
دے رہے ہیں۔ میں اس وقت تمہارے تہ خانے کے سامنے ہوں۔  
اور پہرہ دینے والے میری نگاہوں میں ہیں۔

میں پہلے انہیں ٹھکانے لگاتا ہوں۔ اس کے بعد تم باہر آنا۔ عرفان  
پچھے ہٹ گیا اور تہ خانے کی دیوار کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔

چندراوتی نے پریشانی سے پوچھا  
یہ کیا؟ تم کچھ کرتے کرتے رک کیوں گئے؟

عرفان نے آنکھیں بند کر لیں  
سب ٹھیک ہو جائے گا

اور یہ تم نے جاسوسوں کی طرح بات کس سے کی؟  
اپنا ایک دوست ہے جو میرا محسن اور بہادر ہے

چندراوتی بھی خاموش ہو گئی۔ اور عرفان کے پہلو  
سے پہلو ملا کر وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ تہ خانے سے باہر ایک  
دیوار کی اوٹ سے ایک ٹونمو دار ہوا تھا۔ وہ اپنے اسی نقاب پوشی  
کے لباس میں تھا۔ اس نے اپنے پن پوائنٹر سے دوپن پہرہ دینے  
والوں پر فائر کئے اور دوبارہ اپنی اوٹ میں ہو کر انتظار کرنے لگا۔

جب دونوں پہرہ دار فرسٹ پر گر گئے تو اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر عرفان  
کو باہر آنے کا حکم دیا۔ اس دوران شیشے کی دیوار کے پیچھے دو آنکھیں  
یہ سارا سین دیکھ چکی تھیں۔ ایکسٹور بھی غافل نہ تھا۔ شیشے کے پیچھے  
کھڑے ہو کر جاسوسی کرنے والے پجاری کو وہ بھی دیکھ چکا تھا۔

عرفان پھر اٹھا اور اس تار کو آگ دکھا دی جو اس نے  
مواد کے اندر لگائی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ اس طرح کی آگ پیدا  
ہوتی رہی جیسی بجلی شارٹ ہونے پر دکھائی دیتی ہے پھر دروازے  
کا اتنا حصہ جس پر وہ مواد لگایا گیا تھا جل کر ختم ہو گیا۔



عرفان دروازہ کھول کر چندراوتی کے ساتھ باہر آیا۔  
تہ خانے سے نکل کر وہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ ان کے سامنے  
ایکسٹونے ایک دیوار کی اوٹ سے اپنا سر نکالا اور پھر بھاری آواز  
میں عرفان سے کہا  
ساحل سمندر کی طرف چلو

عرفان اس زمین دوز راستے کی طرف روانہ ہوا جو ساحل  
سمندر کی طرف جاتا تھا۔ چندراوتی کے ساتھ عرفان تھوڑی سی دور  
گیا تھا۔ کہ ایکدم اس نے چندراوتی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایکدم اوپر اٹھتے  
ہوئے اس نے ہوا کے اندر ایک ترنلا بازی لگائی اور چندراوتی  
کو بھی ایک طرف کھینچا۔ اسی وقت ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔  
عرفان خود تو بچ گیا لیکن چندراوتی چھدر کر رہ گئی۔ اور وہیں دم توڑ  
گئی۔ عرفان نے دیکھتے ہی دیکھتے ایکسٹونے اس طرف گولیوں کی  
بوچھاڑ کی تھی جس طرف سے عرفان پر گولیاں چلائی گئی تھیں۔ اور  
پھر دوبجاری ہولناک سچیں بلند کرتے ہوئے بڑے ہال میں آکرے۔  
انہوں نے چھت کے اوپر کسی محفوظ جگہ سے فائرنگ کی تھی۔

عرفان وہیں بیٹھ کر اور چندراوتی کو الٹ پلٹ کر دیکھنے  
لگا۔ لیکن وہ تو مر چکی تھی۔ عرفان کچھ پریشیاں ہو گیا۔ اتنی دیر تک اس  
کے سامنے ایکسٹونہ مودار ہوا۔ اس نے اپنے کندھے پر ایک لاش اٹھا  
رکھی تھی جو اس نے چندراوتی کی لاش کے قریب آکر رکھ دی۔ عرفان  
دیکھا کہ اس لاش کے چہرے پر گراہم کامیک اپ تھا اور لاش  
گولیوں سے چھلنی تھی۔ پھر ایکسٹونے کی آواز سنائی دی۔ اب اس آواز

میں نرمی اور ہمدردی تھی

انے دونوں لاشوں کو پیپس بڑا رہنے دو۔ تاکہ وہ یہ  
سمجھ کر مطمئن ہو جائیں کہ گراہم اور چندراوتی مر چکے ہیں۔ اب تم اٹھ  
کر ساحل کی طرف بھاگ کھڑے ہو۔ یہاں اب ہر لمحہ خطرات بڑھتے  
جا رہے ہیں۔ عرفان اٹھا اور اس زمین دوز راستے میں ساحل کی  
طرف بھاگنے لگا۔ اس نے دیکھا۔ ایکسٹونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔  
دو فوٹے آگے پیچھے نہ مین دوز راستے سے نکل کر  
ساحل سمندر پر آئے۔ عرفان کو دوبارہ اپنے پیچھے ایکسٹونے کی آواز  
سنائی دی

آگے بڑھو اوہ دائیں جانب جوزف اور صفدر ایک لایچ  
میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ عرفان آگے بڑھا اور کنارے پر  
کھڑی ایک لایچ میں جوزف اور صفدر کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ اس  
کے دیکھتے ہی دیکھتے ایکسٹونہ بھی ساحل پر آیا اور بائیں جانب ایک  
چھوٹی سی لایچ میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے لایچ سٹارٹ کی۔ اور  
سمندر کے اندر تاریکی میں روپوش ہو گیا۔

جوزف نے بھی اپنی لایچ سٹارٹ کی اور بندرگاہ کے  
رخ پر چھوڑ دیا۔





سرحدات کے دس بیج چکے تھے۔ مندر کے سامنے وہی نیم آسمانی رنگ کا جہاز کھڑا تھا۔ اور اس کے اندر ان گنت بیکاری سامان لوڈ کر رہے تھے۔ یہ وہی جہاز تھا جس کی نشان دہی چندراوتی نے عرفان سے کی تھی۔

بارہ بجتے تک جہاز کے اندر انخواستہ پورنسیم اور جہازوں کے سپیراپٹس کے علاوہ دیگر کئی قسم کا سامان لوڈ ہوتا رہا۔ پھر اس نے ساحل چھوڑ دیا۔ اور سمندر کے اندر ایک طرف روانہ ہو گیا۔

کنارے کی چٹانوں کے اندر چھپے ہوئے عمران نے اپنا سر باہر نکالا اور سمندر کے اندر نگاہوں سے دور ہوتے ہوئے جہاز کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنی وایچ ٹرانسمیٹر پر کسی کی فریکوئنسی ملائی اور تھوڑی ہی دیر بعد ایک آواز گونجی

عرفان سپیکنگ!

وایچ ٹرانسمیٹر کے قریب منہ لے جاتے ہوئے عمران نے سرگوشی کی کیا بتا تمہارے مشن کا اور چیف کہاں ہے۔

میں نے اس بلڈنگ میں جس کے اندر چیف رہتا ہے چھٹاٹم بم رکھ دیئے۔ چیف اس وقت عمارت میں ہے۔ ان پرٹائم کیا ٹکس کیا ہے۔

صبح چار بجے کا۔ کیونکہ اس وقت تک جہاز سمندر کے اندر کہیں دور جا چکا ہوگا اور یہاں دھماکوں اور تباہی کی وجہ سے اس کا واپس لوٹ آنا مشکل ہوگا۔ آپ نے اپنے مشن کا کیا کیا ہے

میں بھی دونوں مندروں کے اندر ٹائم بم رکھ کر فارغ ہو چکا ہوں تم اپنی لوکیشن بتاؤ اس وقت کہاں ہو

میں اس وقت لاپنج میں ہوں اور آپ کی طرف آ رہا ہوں۔ جہاز کھڑا ہے یا روانہ ہو چکا ہے

وہ ساحل چھوڑ کر سمندر میں جا چکا ہے۔ تم جلدی پہنچو تاکہ اس کا تعاقب شروع کریں اس کے ساتھ ہی عمران نے سلسلہ بند کر دیا اور دوبارہ چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا۔

پندرہ منٹ بعد سمندر کے کنارے ایک لاپنج آ کر رکی تھی۔ جس کے اندر عرفان، جوزف اور صفدر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران کی نگاہ جونہی اس لاپنج پر پڑی۔ وہ چٹانوں کے اندر سے باہر نکلا اور لاپنج کی طرف بھاگا۔ لاپنج میں عرفان کے ساتھ بیٹھتے ہی عمران نے جوزف سے جو اس وقت لاپنج چلا رہا تھا جلدی جلدی کہا۔

کالیئے ایشمال مغرب کی سمت تیزی سے چلو اور اس جہاز کا تعاقب کرو۔ لاپنج کا انجن ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ سٹارٹ ہوا پھر لاپنج سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

پہلوی رات لاپنج سمندر کے اندر اس جہاز کا تعاقب کرتی رہی صبح ہونے میں جب صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تو لاپنج جہاز کے قریب آئی۔ عرفان نے رسول کی ایک بیٹری جہاز پر پھینکی جو اس کے



کی رینگ میں پھنس گئی اور رے کی سیڑھی کی مدد سے عمران اور عرفان اس جہاز پر چڑھ گئے اور انہوں نے سیڑھی اتار کر دوبارہ لایج میں پھینک دی۔

جہاز کا عرشہ بالنل ویران پڑا تھا۔ وہ دونوں وہاں لیٹ گئے اور سانپ کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ جہاز کے کمرے کے پاس آکر وہ کھڑے ہو گئے اور دیواروں کی آڑے کر چلنے لگے۔ ایک کمرے کے سامنے جس میں سے کسی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ دونوں ٹرک گئے۔ پھر انہوں نے دروازے کے شیشے میں سے اندر جھانکا۔ وہ جہاز کا وائرلیس روم تھا۔ عمران اور عرفان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر عمران نے سر کے اشارے سے عرفان کو کوئی بات سمجھائی۔ دونوں نے اپنے اپنے پستول نکال لئے جن پر سائلنسر چڑھے ہوئے تھے۔

بے محابا وہ دونوں دروازہ کھول کر وائرلیس روم میں داخل ہوئے اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اندر چار آدمی تھے اور وہ چاروں ان کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ان دونوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر ایک کونے میں چھپا دیں۔ پھر عمران وائرلیس سیٹ پر بیٹھ گیا اور کسی کی فریکوئنسی ملائی۔ عرفان احتیاطاً دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ عمران نے اپنے دونوں ہاتھ منہ کے دائیں بائیں رکھتے ہوئے وائرلیس میں کہا۔

سیلو عمران سپیکنگ!

دوسری طرف سے سمندری لہروں پر تیزتی ہوئی سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

کہو بیٹے کیا حال ہے؟  
میں اپنا مشن مکمل کر چکا ہوں سر! جہاز کو اب روک کر ڈراپ سین کر دیا جائے

سر سلطان اس بار اونچی آواز میں بولے  
تمہارے پہلے مسیج کے مطابق اپنی بحریہ حرکت میں آ چکی ہے اور اب تک وہ اس کے راستے مسدود کر چکی ہوگی۔ تم فکر نہ کرو میں ایک بار پھر کتفرم کر لیتا ہوں۔

شکریہ سر! عمران نے رابطہ ختم کر دیا۔

عمران کھڑا ہو گیا اور وائرلیس سیٹ کے پرزے نکال کر اس کو بے کار کرنے لگا۔ اتنے میں کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ عمران نے کسی درندے کی طرح پلٹ کر دیکھا اور دروازے کی طرف آتے ہوئے سر کے اشارے سے عرفان کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ جونہی عرفان نے دروازہ کھولا۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھایا اور دروازے پر کھڑے جہاز کے کپتان کو گردن سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا اور بڑی سخت اور غصیلی آوازیں اس نے عمران سے پوچھا  
کون ہو تم؟

عمران نے اس کی گردن زور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا  
پہلے تم بتاؤ تم کون ہو؟  
اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

میں اس جہاز کا کپتان ہوں  
اور جہاز میں کیا لے جا رہے ہو؟



یہ ایک کارگو جہاز ہے۔ اور اس میں مختلف قسم کا سامان ہے

عمران نے طنزاً کہا۔  
اور اس میں پاکستیا کی اسخو کی ہوئی یورنیم بھی ہے  
کپتان بوکھلانے اور ہکھلانے لگا۔

عمران نے اس کی گردن پر گرفت اور مضبوط کر دی  
بیٹے! کیا تم لوگ سمجھتے تھے کہ پاکستیا والے سوئے ہوئے ہیں۔ وہ جاگتے  
ہیں اور اپنا مشین مکمل کر چکے ہیں۔  
کپتان نے شاید پوری ہمت کر کے کہا۔

تم دو آدمی ہمارا کیا بگاڑ سکو گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے اپنے آپ  
کو میرے حوالے کر دو ورنہ میرے ایک ہی اشارے پر میرے جہاز کا  
عملہ تم دونوں کے ٹکڑے کر دے گا اور۔۔۔

کپتان اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ عرفان حرکت میں آیا تھا اور  
اس نے کپتان کی گردن کے پھٹے پر اپنے پستول کا بٹ اس زور سے  
مارا تھا کہ کپتان پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ عرفان نے اس کے ہاتھ پاؤں  
باندھے اور منہ پر ٹیپ لگا کر اسے اسی کونے میں پھینک دیا جہاں چارول  
لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

جہاز اسی طرح آگے بڑھتا رہا۔ عمران اور عرفان دونوں  
وائٹر لیس روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھ گئے تھے۔ پندرہ منٹ  
بعد جہاز کے عملے نے دیکھا کہ صبح کی دھند میں ان کے سامنے سمندر کے  
اندر پاکستیا کا ایک تباہ کن جہاز ان کا راستہ روک کر کھڑا ہے اور جب  
انہوں نے بغور اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا تو ویسے ہی دو جہاز انہیں اپنے

۱۲ اور بائیں جانب بھی نظر آئے۔

پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پاکستیا کے ان تینوں بحری  
جہازوں کی گنیس حرکت میں آئیں اور ان کے دہانوں نے ایک ساتھ کئی  
گوئے اُگل دیئے جو اس جہاز کے ارد گرد ذرا دور آکر پھٹے اور سمندر میں  
دور دور تک جھاگ پھیل گئی۔

جہاز کے عملے نے گھبرا کر جہاز کو روک دیا تھا اور وہ ادھر  
ادھر بھاگتے ہوئے اپنے کپتان کو تلاش کر رہے تھے۔ اتنے میں نہ جانے  
کہاں سے نکل کر پاکستیا کی دو بڑی بڑی فائٹنگ بوٹس سمندر کا سینہ چرتی  
ہوئی اس جہاز کے قریب آئیں۔ اس کی گنوں کا رخ بھی جہاز کی طرف تھا  
اور ان کا عملہ فائرنگ کرنے سے لئے چاک و چونہ تھا۔  
ایک لایچ جو دائیں طرف تھی۔ اس پر لگے ہوئے لاؤڈ سپیکر

پر کسی کی سخت آواز سنائی دی  
جہاز کے عملہ کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو محصور سمجھے اور کوئی غلط  
حرکت نہ کرے۔ بصورت دیگر کسی کی جان محفوظ نہ ہوگی  
اس اعلان کے بعد دونوں فائٹنگ بوٹس جہاز کے ساتھ آکر  
لگ گئیں۔ ان میں سے پاکستیا کی بحریہ کا عملہ جو پوری طرح مسلح تھا جہاز  
میں داخل ہوا۔ اور جہاز کے سارے عملے کو مجبوس کر کے انہوں نے جہاز کا  
کنٹرول سنبھال لیا۔ اس وقت عمران اور عرفان نے اپنا اپنا میک اتار  
دیا تھا۔

گن بوٹس کے دونوں کپتان وائٹر لیس روم کی طرف آئے جہاں  
عمران اور عرفان اب دروازہ کھول کر کھڑے تھے۔ دونوں کپتانوں نے



زور سے اڑیاں ملاتے ہوئے عمران اور عرفان کو سیلوٹ کیا۔ اور مہم کی کامیابی پر مبارک باد دی۔

اتنے میں اس جہاز کے اوپر ایک ہیلی کوپٹر پرواز کرنے لگا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کوپٹر نیچے چھبکا اور سمندر کے اندر اس کشتی میں سیڑھی پھینکی جس میں جوزف اور صفدر اس سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ کر ہیلی کوپٹر میں داخل ہو گئے۔ جس کے اندر جولیا، ایڈنا، تنویر اور خاور پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ جوزف اور صفدر کی کشتی پر بھی بحریہ نے قبضہ کر لیا تھا۔

ہیلی کوپٹر ایک بار پھر بلند ہوا۔ اپنی سیڑھی سمیٹ لی اور اب وہ جہاز کے سرشہر پر اتر گیا۔ فائٹنگ بولس کے ایک کپتان نے عمران اور عرفان کو اس ہیلی کوپٹر میں بیٹھنے کو کہا اور وہ دونوں اپنے عملہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ ہیلی کوپٹر نے پھر پرواز کی اب اس کا رخ پاکیشیا کی طرف تھا۔ جب وہ اس جزیرے کے اوپر سے گزرے تو انہوں نے دیکھا۔ چیف کی رہائش گاہ اور مندر جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ اور ان سے ابھی تک آگ اٹھ رہی تھی۔

پاکیشیا کے تباہ کن جہاز اور فائٹنگ بولس بھی حرکت میں آئے تھے اور وہ اس پورے نیم والے جہاز کو اپنے حلقے میں لے کر پاکیشیا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

اسی روز دانش منزل کے کافرنس روم میں سارا سٹاف جمع تھا اور ایکسٹو کے اعلان کا منتظر تھا۔ سب نیچی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں ریڈیو نے سپارک کیا اور سب خاموش ہو گئے۔ پھر

ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی

ہاویے اپنی اور حکومت کی طرف سے اس مہم میں حصہ لینے والوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ ایک کٹھن مہم تھی جسے ہم نے بڑی کامیابی سے سر کیا ہے۔ اس جزیرے میں بے شمار شہر پسند لوگ جمع ہو گئے تھے اور ان جہازوں کو اسٹوا کر لیتے تھے جن میں قیمتی سامان ہوتا تھا۔ اور پھر یہی سامان وہ شہر پسند ملکوں کو بیچ دیا کرتے تھے۔

مندر کو انہوں نے مختلف ذرائع سے ہولناک بنا رکھا تھا۔ آپ لوگوں نے مندر سے ملحقہ قبرستان میں سے اٹھ کر سمندر کی طرف جاتی ہوئی جن ہولناک عورتوں کو دیکھا تھا اور جن پر گولیوں کا اثر بھی ہوتا تھا وہ بھی کچھ نہ تھا۔ اصل میں مندر کے اوپر ایک اینٹینا لگا ہوا تھا۔ اس اینٹینے کی مدد سے وہ ہوا کے اندر ایک ریڈیائی پردہ بناتے تھے جو بالکل سینما کے انداز میں ریل چلا کر وہ اس پردے پر پہلے سے عکس بندی کی ہوئی عورتوں کے مختلف مافوق الفطرت رویوں کی تصویریں پھینکتے تھے۔ جوں جوں اینٹینے کی مدد سے وہ اس ریڈیائی پردے کو حرکت دیتے تھے اس کے مطابق عورتوں کی وہ تصویریں بھی فصنا کے اندر حرکت کرتی رہتی تھیں۔ آخر کار وہ ریڈیائی پردے کو حرکت دیتے ہوئے سمندر کی طرف لے جاتے تھے۔ جس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تصویریں بھی قبرستان سے سمندر کی طرف حرکت کرتی تھیں وہاں جا کر ریڈیائی پردہ ختم کر دیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ عورتوں کی تصویریں بھی دکھائی دینا بند ہو جاتی تھیں اور دیکھنے والا محسوس کرتا تھا کہ وہ عورت سمندر میں اتر گئی ہے۔ یہ سارا سسٹم انہوں نے اس لئے بنا رکھا تھا تاکہ وہ اس بات میں یقین لگایا



کر سکیں کہ وہ مندر بدروحوں کا مسکن ہے تاکہ لوگ مندر اور اس کے ارد گرد آنے کی جرأت نہ کریں اور انہیں آسانی سے اپنا کام کرنے کا موقع مل جائے۔

گنیش دیوتا کے سامنے جو سانپ نمودار ہوا تھا اور پھر لڑکی بن کر رقص کرنے لگا تھا وہ دونوں بھی اصل نہ تھے بلکہ وہ بھی فلم کی ریل چلا کر اسے ریڈیائی پردے پر مت کے سامنے دکھایا گیا تھا۔ پہلے انہوں نے سانپ کی ریل چلائی اس کے بعد لڑکی کی اور یوں انہوں نے دیکھنے والوں کو بے وقوف بنایا۔

ایکسٹو محو طری دیر کا پھر دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔ اب تم لوگ جا کر آرام کرو۔ عمران اور عرفان تیار رہیں۔ دو دن بعد میں تم دونوں کو ایک اس سے بھی سخت مہم سونپنے والا ہوں۔ ایکسٹو خاموش ہو گیا۔ اور سیکرٹ سروس کا سٹاف اٹھ کر دانش منزل سے باہر نکلنے لگا۔

اسم راہی۔ ایم۔ اے

۴۲۔ حیدر بڈنگ موہتی روڈ

لاہور